هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار قادیان

ایڈیٹر و پبلشر میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۶ قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ صفر ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۱ امان ۱۳۲۰ھش مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء نمبر ۱۱

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۲۰ امان ۱۳۲۰ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

(۲) حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا کے فضل وکرم سے بہ نسبت سابق بہتر ہے۔ صرف ضعف کی شکایت ہے۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کاملہ اور درازیٔ عمر کے لئے دعا جاری رکھیں۔

(۳) مولوی محمد الدین صاحب مولوی فاضل جو تحریک جدید کے ماتحت ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء کو تبلیغ اسلام کے لئے گئے تھے۔ اٹلی۔ البانیہ اور مصر وغیرہ میں قریباً پانچ سال تبلیغی فرائض سرانجام دینے کے بعد ۱۴ امان ۱۳۲۰ ہش کو نو بجے صبح کی گاڑی سے بخیر وعافیت واپس تشریف لائے۔ آپ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔

ماہوار رپورٹ سیکرٹریان امور عامہ

نظارت ہذا کی طرف سے جماعتہا احمدیہ کو فرائض سیکرٹری امور عامہ اور فارم رپورٹ ماہانہ بھجوائے جا چکے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ابتک بہت ہی کم جماعتوں کی طرف سے رپورٹ کارگزاری موصول ہوئی ہے۔ مہربانی کر کے سیکرٹریان امور عامہ اور پریذیڈنٹ صاحبان جماعت اس طرف توجہ فرمائیں اور ماہوار رپورٹ ہر ماہ کی دس تاریخ تک آجانی چاہئیں ۔ جن جماعتوں کو یہ فارم ابتک نہ ملے ہوں۔ وہ اطلاع دیں۔ تا ان کو بھجوائے جائیں (ناظر امور عامہ سلسلہ احمدیہ قادیان)

نظم کوکب

قبلۂ دیدہ و دل جان سے پیارے محمود
خضرِ دیں مشعلِ راہ مظہر قدرت تو ہے
ہیں سزاوار کہاں تیری ستائش جو کروں
عجز سے میرے نہ حاجت کا گماں ہو پیدا
حسن تیرا ہی نہیں دیکھنے کی تاب مجھے
گل پہ بلبل کو ہی شیدا ہوئے دیکھا اکثر
حسن والے ہی غرض رہتے ہیں قائم یکجا
حسنِ محمود ہے وہ حسن کہ جس سے یہ جہاں
کفر و بدعت کو زمانہ سے مٹایا تو نے
راہنمائی کے لئے تجھکو خدا نے بھیجا
نوجواں کاش اٹھیں خدمت اسلام کریں
تو دعا کر کہ ہدایت ہو نصیب عالم
گر نکل جائیں وہ تبلیغ کی خاطر گھر سے

چشمۂ علم و ہدیٰ نورِ خدا سے معمور
ساری دنیا میں ترا زور دعا ہے مشہور
چند الفاظ شکستہ ہیں تو کرلے منظور
فرطِ الفت نے فقط مجھ کو کیا ہے مجبور
حق بجانب تھا گرا دیکھ کے وہ جلوۂ طور
شمع ہی کرتی ہے پروانہ کو اپنا محصور
گرتے اطراف سے پروانے ہیں ان پر ہی ضرور
چاہ ظلمت تھا مگر ہو گیا سب بقعۂ نور
تو نے پل بھر میں بنا ڈالا جہاں کو پُرنور
تیرے ہاتھوں سے ترقی ہے خدا کو منظور
جان کو کردیں فدا بن کے مثال منصور
"کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور"
آئیگا چاروں طرف انکو نظر نور ہی نور

شمس محمود نے بخشی ہے ضیاء کوکب
ورنہ وہ خاک سیاہ بارِ گناہ سے تھا چور

ابن اسماعیل کوکب الوالی قادیان

درخواست ہائے دعا

(۱) محترم مولوی عبد الماجد صاحب (۲) اور ان کے فرزند اکبر مکرم مولوی عبد القادر صاحب ایم۔ اے بھاگلپوری عرصہ سے علیل ہیں۔ احباب انکی صحت کامل کے لئے دعا فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں (۳) مکرم محمد عبد القیوم صاحب احمدی اورنگ آباد دکن سے اپنے بھائی میاں عبد الخالق کے لئے اور میاں محمد عالم صاحب راولپنڈی سے اپنے اسی لڑکے کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ امسال ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں شامل ہونے والا ہے۔ اسکی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔ (۴) برادرم منشی عبد الحق صاحب شکرپڑواری مال آج کل سخت مشکلات میں مبتلا ہیں۔ احباب ان کی مخلصی اور باعزت کامیابی کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔ یہ دوست ایک نہایت مخلص اور باہمت احمدی ہیں۔ اور دعا کے خاص مستحق خداتعالیٰ ان کو اس مصیبت سے نجات بخشے۔ آمین

(۵) ایک نئے احمدی محمد شریف صاحب سندھو قبول احمدیت کی وجہ سے نہایت مبتلائے آلام ہیں۔ اور ہر طرف سے مخالفین کے زیر عتاب ہیں۔ ان کی مخلصی از مصائب اور استقلال بر احمدیت کے لئے دعا کر کے ثواب حاصل کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریک جدید سال ہفتم کے وعدے ۳۱ مئی ۱۹۴۱ء تک پورے کریں تا سابقون میں شامل ہو جائیں

"تحریک جدید کے جہاد" میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے والے احباب کو یہ معلوم ہوگا۔ کہ ابتدائے سال میں اس چندے کی ادائیگی ان کو "سابقون" میں داخل کر دیتی ہے۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بھی مخلصین جماعت سے خواہش فرماتے ہیں۔ کہ وہ حتی الوسع ابتدائے سال میں ہی وعدے پورے کریں۔ اور ایک مومن کی شان کے بھی یہی شایاں ہے۔ کئی احباب نے یہ دریافت کیا ہے۔ کہ "تحریک جدید" کے وعدے کس تاریخ تک ادا کرنے سے وہ "سابقون" میں آجائیں گے؟ سو احباب کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں۔ کہ "ریزرو فنڈ جائیداد" کی قسط تحریک جدید کو "مئی" میں ادا کرنی پڑتی ہے۔ پس تحریک جدید سال ہفتم کے وعدوں کی ادائیگی ۳۱ مئی کی شام تک مرکز میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح وہ حضرت امام کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے جہاں حضور کی خاص خوشنودی اور دعا کے حاصل کرنے والے ہوں گے۔ وہاں وہ "سابقون" میں بھی آجائیں گے۔ پس ہر وعدہ کرنے والے کو خواہ اس کا وعدہ مئی کے بعد کا ہو۔ چاہیئے۔ کہ ۳۱ مئی تک پورا کرے۔ مگر ہر وعدہ کرنے والے کو حضور ایدہ اللہ کا ارشاد ذیل یاد رکھتے ہوئے خوشی سے وعدہ کا ایفا کرنا زیادہ نتیجہ خیز اور بابرکت ہے۔ فرمایا:۔

(۱) "اگر کوئی شخص روتا ہوا اپنا آدھا مال بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے۔ تو اسے وہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ فائدہ صرف انہی قربانیوں کا ہوتا ہے۔ جو خوشی۔ اخلاص اور بشاشت سے کی جائیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ ہم جماعت میں اخلاص اور تقوٰے پیدا کریں۔ کیونکہ اخلاص اور تقوٰی ہی پیدا کریں۔ کیونکہ اخلاص اور تقوٰی پر مبنی قربانیاں ہی سلسلہ کو مضبوط کرتی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں۔ جماعت کے مخلصین نہایت شاندار قربانیاں کرتے ہیں۔ مگر منافقوں کی تعداد باقیوں کا کام بھی خراب کر دیتی ہے"۔

(۲) "اگر کوئی سمجھتا ہے۔ کہ میں مجبور ہوں اور مشکلات میں گھرا ہوا ہوں۔ تو اسے سمجھنا چاہیئے۔ کہ کامیابی بغیر مشکلات کے برداشت کئے حاصل نہیں ہوا کرتی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی تکلیفوں کے بعد آتی ہے۔ پس ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ اس چندے کی جلد ادائیگی کی طرف متوجہ ہو"۔

پس ہر وعدہ کرنے والا اپنا وعدہ خوشی۔ اخلاص اور بشاشت سے ادا کرے۔ تا اس کی قربانی اس کے لئے بابرکت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام

(خاکسار برکت علی خاں فنانشل سیکرٹری تحریک جدید)

امانت تحریک جدید

ہر وہ احمدی جو اپنے لئے کفایت شعاری کر کے اپنی اشد ضروریات کے لئے کچھ جمع کرنا چاہتا ہے۔

(۱) اسے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو یہ ہے۔ کہ ہر احمدی اپنی ماہوار آمد سے "امانت تحریک جدید" کے فنڈ میں ماہوار جمع کرتا جائے۔ جو اسے تین سال کے بعد اکٹھا مل سکے گا۔ پس اگر آپ نے اب تک "امانت فنڈ تحریک جدید" میں جمع کرانا نہیں شروع کیا۔ تو اس ماہ سے شروع کریں۔ اور ماہوار تین سال تک جمع کرتے جائیں۔

(۲) اگر آپ کے پاس کسی خاص غرض کے لئے روپیہ رکھا ہوا ہے۔ تو وہ روپیہ بھی "امانت تحریک جدید" میں جمع کر دیں۔ اور لکھ دیں۔ کہ فلاں وقت واپس لینا ہے۔ اس کے مطابق واپس کیا جائے گا۔

(۳) اگر آپ ذاتی امانت کے طور پر بھی جمع کرنا چاہتے ہیں۔ تو "امانت تحریک جدید" میں اس طرح جمع کر سکتے ہیں۔ اور آپ کو حسب ضرورت واپس کیا جا سکے گا۔ پس "تحریک جدید کی امانت" میں ہر احمدی کو اپنا روپیہ جمع کرنا چاہیئے۔ والسلام

خاکسار برکت علی خاں فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

سالانہ رپورٹ نشر واشاعت بابت ۱۳۱۹ ہش مطابق ۱۹۴۰ء

بفضلہ تعالیٰ صیغہ نشر واشاعت نے سال زیر رپورٹ میں دو لاکھ پچاسی ہزار یکصد کتب و اشتہارات کی اشاعت کی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

اردو لٹریچر	221100
ہندی	14000
انگریزی	12000
گورمکھی	37000
پنجابی	1000
	285100

خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ اشاعت بہت لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب بنی اور ہزاروں کے دل میں سلسلہ حقہ احمدیہ سے دلچسپی پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ جن کی طرف سے آئے دن مزید لٹریچر کے مطالبات آتے رہتے ہیں۔ درحقیقت اب دنیا میں امن و امان قائم کرنے اور بنی نوع انسان کے لئے اخروی نجات کا ذریعہ بننے کے لئے سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے جس کے ذریعہ آپ ؑ نے پھر اسلام کو اپنی اصلی شکل میں پیش کیا ہے۔ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے آپ کی تعلیم کی جتنی بھی اشاعت کی جائے کم ہے۔ چنانچہ جناب ناظر صاحب امور عامہ مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کو جماعتوں کا دورہ کرتے ہوئے ایک ایسے صاحب ملے جو پہلے احراری اور احمدیت کے مخالف تھے۔ مگر وہ ٹریکٹس وغیرہ کے مطالعہ کی وجہ سے بیعت کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ جن کا ذکر کرتے ہوئے جناب ناظر صاحب امور عامہ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ "یہ اب بیعت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ کے ٹریکٹوں کا بفضلہ تعالیٰ بہت نیک اثر ہے۔ انہیں آپ جتنی بھی وسعت دیں گے اتنا ہی کم ہے۔"

آج کل دنیا جن خطرناک اور نازک حالات میں سے گذر رہی ہے۔ اس کا تقاضا ہے۔ کہ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور فریضہ تبلیغ و اشاعت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس خزانہ کو جو مہدی علیہ السلام ہمارے سپرد کر گئے ہیں۔ روحانی پیاس اور بھوک سے تڑپتے ہوئے بھائیوں تک کوشش سے پہنچا دیا جائے۔ اور اس راہ میں کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ مگر جیسا کہ مندرجہ بالا اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اشاعت کیا بلحاظ ضرورت زمانہ اور کیا بلحاظ سلسلہ کی روایات کے بہت کم ہے۔ جس کی وجہ صرف احباب جماعت اور عہدہ داران کی چندہ نشر واشاعت کی طرف کم توجہگی ہے۔ لیکن اب مالی سال کا آخر ہے۔ اس لئے احباب اور جماعتیں کوشش سے اپنے بقائے صاف کریں۔ اور آئندہ اس مد میں باقاعدہ کچھ نہ کچھ ضرور دیتے رہیں۔ بالآخر ان جماعتوں اور احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جن کی طرف سے چندہ نشر واشاعت آتا رہا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

خاکسار خلیفہ صلاح الدین احمد مہتمم نشر واشاعت

تفسیر کبیر کے خریدار ۲۵ مارچ کو نوٹ فرمالیں

اس وقت تک تفسیر کبیر کے خریداروں کو یہ سہولیت دی گئی تھی۔ کہ جن دوستوں کی طرف سے خریداری کی اطلاع موصول ہو جائے گی۔ خواہ رقم موصول ہو یا نہ ہو۔ ان کے لئے کتاب محفوظ رکھ لی جائے گی۔ جسے وہ بعد میں قیمت ادا کر کے حاصل کر سکیں گے۔

تفسیر کبیر کو چھپے ہوئے اڑھائی ماہ کے قریب عرصہ ہو چکا ہے۔ اس وقت تک جس قدر آرڈر خریداری کے موصول ہو چکے ہیں۔ وہ مطبوعہ تعداد سے زیادہ ہیں۔ اور ابھی اور آرڈر موصول ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اب صرف آرڈر درج کرا دینے پر کتاب کا ان کے لئے ریزرو ہو جانے کی رعایت ایک معین عرصہ تک کے لئے ہی دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ان اصحاب کا بھی حق ہے۔ جن کی طرف سے اگر اطلاع خریداری کی تو بعد میں ملی ہے۔ لیکن وہ اس کی قیمت نقد ادا کر کے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

لہٰذا

ایسے احباب کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جن خریداروں کی طرف سے مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۴۱ء تک پوری قیمت یا قیمت کا کچھ حصہ وصول ہو جائیگا۔ ان کے لئے کتاب ریزرو سمجھی جائے گی۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ بعض خریداروں کی طرف سے موہوم امید خریداری کی بنا پر بعض دوسرے قیمت ادا کرنے والے دوست تفسیر کو حاصل کرنے سے محروم نہ رہ جائیں۔

(انچارج تحریک جدید)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۶ | قادیان دار الامان مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء | نمبر ۱۱

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء

رُوحانیت کی ترقی کیلئے اخلاقِ فاضلہ کا حصول نہایت ضروری ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں ہر ایک چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک باطن ہوتا ہے۔ ظاہر اپنی جگہ پر ایک ضروری چیز ہے۔ اور باطن اپنی جگہ پر ایک ضروری چیز ہے۔ اور ان دونوں کی اہمیت ایسی ہی ہے۔ جیسے انسان کے لئے

جسم اور رُوح

دونوں کا وجود نہایت اہم ہوتا ہے۔ روح بغیر جسم کے خواہ وہ کتنا ہی لطیف کیوں نہ ہو۔ کوئی کام نہیں کر سکتی۔ اور جسم بغیر کسی روح کے کوئی اختیاری فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ کسی قسم کا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جس قسم کے فوائد کسی جسم میں پائے جاتے ہیں۔ وہی اسکی روح بھی کہلائیں گے مثلاً پاخانہ ایک فضلہ ہے۔ جو پھینک دیا جاتا ہے۔ مگر فضلہ میں بھی ایک روح موجود ہوتی ہے۔ اور وہ روح

زمین کی قوت پرورش کو بڑھانے کی طاقت

ہے۔ جو اس میں پائی جاتی ہے۔ پس وہ خالی جسم نہیں۔ بلکہ اس میں روح بھی ہے۔ ہاں اگر کھاد بلحاظ کھاد کے مر چکی ہو۔ یعنی وہ ایسے رنگ میں خراب ہو چکی ہو۔ کہ وہ کھاد کا کام بھی نہ دے سکے۔ تو وہ بے شک جسم بے روح کہلائیگی ورنہ ہر روح جسم کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ خواب دیکھتے ہیں تو اس وقت بھی صرف روح کوئی نظارہ نہیں دیکھتی۔ بلکہ خواب میں اس رُوح کو ایک نیا جسم مل جاتا ہے۔ اور روح اس جسم کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔ مثلاً جب تم خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم لاہور جا رہے ہو۔ یا خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم ہوا میں اُڑ رہے ہو۔ یا خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم دریا میں تیر رہے ہو۔ یا خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم کسی دور دراز کے سفر پر جا رہے ہو۔ یا خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم کوئی چیز کھا رہے ہو۔ تو اس وقت تمہارا جسم چارپائی پر ہی ہوتا ہے۔ تم بے شک اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔ کہ تم دریا میں تیر رہے ہو۔ لیکن تمہارا جسم اس وقت کسی دریا میں نہیں۔ بلکہ چارپائی پر ہوتا ہے۔ اسی طرح بے شک تم دیکھتے ہو۔ کہ تم سفر پر جا رہے ہو۔ لیکن تمہارا جسم چارپائی پر ہی پڑا ہُوا ہوتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ جب تم خواب میں اپنے آپ کو تیرتے دیکھتے ہو۔ یا یہ دیکھتے ہو۔ کہ تم کہیں سفر پر جا رہے ہو۔ تو تم خالی رُوح نہیں دیکھتے۔ بلکہ اپنے ساتھ ایک جسم بھی دیکھتے ہو۔ اسی طرح جب تم اپنے آپ کو ہوا میں اُڑتے دیکھتے ہو۔ تو اس وقت خالی روح نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک جسم کو بھی تم اپنے ساتھ دیکھتے ہو۔ اسی طرح خواب میں جب تم کوئی چیز کھاتے ہو یا کوئی چیز پیتے ہو۔ یا کسی سے لڑتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔ یا کسی سے صلح کرتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔ یا کسی سے محبت کرتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔ تو تم اپنا ایک جسم بھی محسوس کرتے ہو۔ یہ نہیں ہوتا کہ صرف روح ہی ہو۔ اور جسم اس کے ساتھ کوئی نہ ہو۔

پس وہ جسم ایک علیحدہ چیز ہوتا ہے۔ تمہارا ظاہری جسم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ جسم تو اس وقت چارپائی پر پڑا ہُوا ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ ایک ہی جسم ایک وقت میں چارپائی پر بھی ہو۔ اور دریا میں بھی تیر رہا ہو۔ یا چارپائی پر بھی ہو۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر بھی ہو۔ یا چارپائی پر بھی ہو اور دور دراز کا سفر بھی کر رہا ہو۔ یا چارپائی پر پڑا سو بھی رہا ہو۔ اور کسی سے لڑ جھگڑ بھی رہا ہو۔ یا ایک ہی وقت میں وہ تندرست بھی ہو۔ اور بیمار بھی ہو۔ غرض وہ ایک نیا جسم ہوتا ہے۔ جو روح کو ملتا ہے۔ کیونکہ روح بغیر جسم کے نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح

مرنے کے بعد ہر شخص کو ایک نیا جسم ملے گا

وہاں خالی روح نہیں ہوگی۔ بلکہ ایک جسم بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ اور وہ جسم لطیف ہوگا۔ جیسے خواب میں انسان کو ایک لطیف جسم ملتا ہے۔ خواب کا جسم تو ایسا لطیف ہوتا ہے۔ کہ انسان تو یہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ کہ وہ ہزاروں کا مقابلہ کر رہا ہے۔ یا دریا میں تیر رہا ہے۔ یا پہاڑوں سے گزر رہا ہے۔ یا بڑے بڑے ہاتھیوں اور گھوڑوں کو وہ ایک چپت رسید کرتا ہے۔ اور وہ تمام اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کے پاس لیٹی ہوئی بیوی اور اس کے بچے ان نظاروں میں سے کوئی نظارہ بھی نہیں دیکھ رہے ہوتے۔ یہ تو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ کہ میں ہزاروں انسانوں کے ساتھ لڑ رہا ہوں۔ اور وہ یہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ اس کے ناک پر مکھی بھن بھن کر رہی ہے۔ اور یہ اسے اُڑا بھی نہیں سکتا۔ وہ تو دیکھتا ہے۔ کہ میں سفر کر کے ہزاروں میل دُور نکل گیا ہوں۔ اور یہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ اس نے ایک کروٹ تک نہیں بدلی۔ پس وہ جسم جو انسان کو خواب میں ملتا ہے۔ ایک روحانی جسم ہوتا ہے۔ جسے وہ خود تو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ مگر اسکے بیوی بچوں کو نظر نہیں آتا۔ کیونکہ انسان کی مادی آنکھیں صرف

کثیف جسم

دیکھنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ اسی وجہ سے جن باتوں کو ایک خواب دیکھنے والا شخص اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھتا یا اپنے روحانی کانوں سے سنتا ہے۔ انہیں جسمانی آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ اور نہ جسمانی کان ان باتوں کو سن سکتے ہیں۔ پس وہ ایک جسم تو ہوتا ہے۔ مگر اس جسم سے بہت اعلےٰ اور وہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آسکتا۔ پھر صرف خواب پر ہی منحصر نہیں۔ اس دنیا میں بھی اس قسم کی کئی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً میں نے اس وقت عینک لگائی ہوئی ہے۔ اگر اس عینک کے شیشہ میں سے میں ایک سلائی گزاروں تو وہ نہیں گزرے گی۔ مگر میری آنکھ کی بینائی اس میں سے گزر رہی ہے۔ اور مجھے پتہ بھی نہیں چلتا۔ کہ میری آنکھوں اور لوگوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہے۔ پس باوجود اس کے کہ میری آنکھوں اور لوگوں کے درمیان ایک روک حائل ہے۔ اور $\frac{1}{2}$ یا $\frac{1}{12}$ انچ کا شیشہ آنکھ کے سامنے ہے۔ میں سب کو دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ بظاہر چاہیئے یہ تھا۔ کہ مجھے اس روک کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ مجھے اس شیشہ کی وجہ سے بجائے کچھ نظر نہ آنے کے زیادہ نظر آرہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ شیشے کا جسم کثیف نہیں۔ بلکہ وہ ایک شفاف جسم ہے۔ اور وہ میری بینائی کے رستہ میں روک نہیں۔ بلکہ بوجہ اس کے کہ اسکی ساخت اور اس کا شیشہ میری آنکھ کے مطابق ہے۔ وہ میری بینائی کو تیز کر رہا ہے۔

تو دنیا میں خدا تعالےٰ نے ایسی

مادی چیزیں

بھی رکھی ہوئی ہیں۔ کہ جن میں سے دوسری چیز نظر آجاتی ہے۔ اور وہ روک نہیں بنتیں۔ مثلاً اگر تم لیمپ جلاؤ۔ اور اس پر چمنی نہ ہو۔ تو تمہیں اندھیرا سا دکھائی دیگا۔ اور اس سے دھواں اٹھتا رہے گا۔ لیکن جونہی تم اس پر چمنی رکھو۔ اسکی روشنی بیسیوں گنے بڑھ جائے گی۔ حالانکہ چمنی بظاہر اسکی روشنی میں روک بنتی ہے۔ مگر چونکہ اس کو جو جسم ملتا ہے۔ وہ نہایت شفاف قسم کا ہوتا ہے۔ اس لئے بوجہ شفاف ہونے کے وہ اس روشنی کو روکتا نہیں۔ بلکہ اسے زیادہ اچھا بنا دیتا ہے۔ اسی طرح خواب میں انسان کو جو روحانی جسم ملتا ہے۔ وہ بھی ایک

شفاف چیز

ہوتی ہے۔ اور اس وجہ سے گو وہ جسم کا ہی کام دیتی ہے۔ مگر اس دنیا کے لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ وہ صرف ظاہری جسم کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ان کی بینائی ایسی تیز نہیں ہوتی۔ کہ وہ ان مادی آنکھوں سے روحانی جسم کو بھی دیکھ سکیں۔ یہی حال اگلے جہان میں ہوگا۔ اور وہاں ہر انسان کو لطیف قسم کا ایک روحانی جسم ملے گا۔ بلکہ وہاں کا جہان چونکہ اس جہان سے بہت زیادہ لطیف اور وسیع ہے۔ اس لئے خواب کی حالت میں انسان کو جو جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس سے بھی زیادہ شفاف اور مصفیٰ ہوگا۔ اور اسی لئے وہ جسم ان آنکھوں اور قویٰ سے نظر نہیں آسکتا۔ تو ہر چیز کے لئے

ایک جسم کی ضرورت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوتی ہے۔ مگر وہ جسم اپنی اپنی حالت کے مطابق بدلتے چلے جاتے ہیں۔ جتنی روح کثیف ہوتی ہے۔ اتنا ہی اسکو جسم کثیف ملتا ہے۔ اور جتنی روح شفاف ہوتی ہے۔ اتنا ہی اسکو جسم بھی شفاف ملتا ہے۔ چنانچہ روح کی حالت جو خواب میں ہوتی ہے۔ وہ اس سے زیادہ صاف ہوتی ہے۔ جو جاگتے ہوئے روح کی حالت ہوتی ہے۔ اور

مرنے کے بعد

جو حالت ہوگی۔ وہ خواب کی حالت سے بھی زیادہ مصفّٰی اور زیادہ اعلےٰ ہوگی۔ اور انسان کو خواب کے جسم سے بھی زیادہ شفاف جسم اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کیا جائے گا۔ بہر حال ہر روح کے لئے ایک جسم ضروری ہوتا ہے۔ اور کوئی جسم روح کے بغیر کارآمد نہیں ہو سکتا۔ جس طرح دنیا میں ہر انسان کا ایک مادی جسم ہوتا ہے۔ اور جسم میں روح ہوتی ہے۔ اسی طرح مذہب اور روحانیت کے بھی جسم ہوتے ہیں۔ اور انسان کی

ذہنی اور دماغی ترقیات

کے بھی جسم ہوتے ہیں۔ مثلاً اسلام نے نماز کی ادائیگی کے لئے بعض خاص حرکات مقرر کی ہوئی ہیں۔ اب۔ اصل غرض تو نماز کی یہ ہے۔ کہ انسان کے دل میں خدا تعالےٰ کی محبت پیدا ہو۔ اسکی صفات کو انسان اپنے ذہن میں لائے۔ اور ان کے مطابق اپنے آپ کو بنانے کی کوشش کرے۔ اس کا قرب اسے حاصل ہو۔ اور اس کا عشق اسکی غذا ہو۔ ان باتوں کا ہاتھ باندھنے یا سیدھا کھڑا ہونے یا زمین پر جھک جانے سے کیا تعلق ہے؟ ظاہر ہے۔ کہ انسان اگر سرسری نگاہ سے اس بات کو دیکھے۔ تو اسے نماز کی اصل غرض کے مقابلہ میں یہ باتیں بظاہر بے جوڑ دکھائی دیں گی۔ مگر چونکہ کوئی روح جسم کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے جہاں نماز کا حکم دیا۔ وہاں بعض

خاص قسم کی حرکات

کا بھی حکم دے دیا۔ جن مذاہب نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اور انہوں نے اپنے پیروؤں کے لئے عبادت کرتے وقت حرکات کو ضروری قرار نہیں دیا۔ وہ رفتہ رفتہ عبادت سے ہی غافل ہو گئے ہیں۔ اور اگر ان میں کوئی نماز ہوتی بھی ہے تو ایک تمسخر سے زیادہ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ مثلاً عیسائیوں میں یہ طریق ہے۔ کہ وہ ہفتہ میں ایک دن عبادت کے لئے گرجا میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ پادری لیکچر دیتا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض تو کہتے ہیں۔ کہ گرجوں میں نوجوان مرد صرف نوجوان عورتیں دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کے جانے کی اور کوئی غرض نہیں ہوتی۔ گویا ان کے مذہب نے عبادت کا ایک تھوڑا سا حصہ جو رکھا تھا۔ اسے بھی ان لوگوں نے ملاقات کا ذریعہ اور مقام بنا لیا۔ اور عبادت کی غرض و غایت کو بالکل فراموش کر دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صحیح رنگ میں خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے والے عیسائیوں میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لئے

روزانہ پانچ وقت کی نمازیں

مقرر ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ایک مسلمان کو دن رات میں پانچ مرتبہ مسجد میں جانا پڑتا ہے۔ اور عیسائی ہفتہ میں ایک دن گرجا میں جاتے ہیں۔ مسجدیں گرجوں کی نسبت زیادہ بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ بلکہ اس گئی گزری حالت میں بھی مسجد میں جانے والے مسلمان زیادہ ملیں گے۔ اور گرجا میں جانے والے عیسائی کم ملیں گے۔ اس لئے کہ ان کے لئے بعض قواعد اور اصول وضع کر دیئے گئے ہیں۔ اور ان قواعد اور اصول کو پورا کرتے ہوئے جو شخص مسجد میں جاتا ہے۔ وہ لازماً اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اگر خالی

دل کی عبادت

ہی کافی سمجھ لی جاتی۔ تو نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح سست ہو جاتے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ نماز سے بالکل غافل ہو جاتے۔ کیونکہ کسی کو یہ کہنے کے لئے کہ میں دل میں خدا تعالیٰ کو یاد کر رہا ہوں۔ انسان جھوٹ سے بھی کام لے سکتا ہے۔ مگر ایک مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ پہلے وضو کرنا۔ پھر چلکر مسجد میں آنا اور پھر تمام لوگوں کا اکٹھے ہونا اور اس طرح اجتماعی رنگ میں سب کا عبادت کرنا ایسی باتیں ہیں۔ جو نماز سے غافل ہونے ہی نہیں دیتیں۔ اور اگر کوئی غفلت کرے۔ تو فوراً نظر آ جاتا ہے۔ چنانچہ غور کر کے دیکھ لو مسلمانوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہوں گے۔ جو کبھی بھی مسجد میں نہ جائیں۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہیں۔ جو پانچ وقت مسجد میں جاتے اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور جو اس میں کسی قدر سست ہیں۔ وہ تین یا چار نمازوں میں چلے جاتے ہیں۔ اور جو اس سے بھی زیادہ سست ہیں۔ وہ دو وقت کی نمازیں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور جو اس کے بھی پابند نہیں وہ ایک نماز میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی کسی نماز کے لئے بھی مسجد میں نہ جائے۔ تو جمعہ پڑھنے کے لئے ضرور چلا جاتا ہے۔ اور جو جمعہ کا بھی پابند نہیں ہوتا۔ وہ عیدین میں شامل ہو جاتا ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی نماز میں وہ ضرور شامل ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگ مسلمانوں میں بہت ہی کم ملیں گے۔ جنہوں نے دو دو یا چار چار سال تک کوئی ایک نماز بھی نہ پڑھی ہو۔ اس کے مقابلہ میں عیسائیوں میں لاکھوں لوگ ایسے مل جائیں گے۔ جنہوں نے چالیس چالیس سال تک گرجے کا منہ نہیں دیکھا ہوگا۔ یہی حال ہندوؤں وغیرہ کا ہے ان میں بھی

عبادت کا بہت کم رواج

ہے۔ جنہوں نے بت خانے بنا کر ان پر پھول چڑھانا۔ اور ان کے آگے سجدہ کرنا عبادت قرار دے دیا ہے۔ ان میں تو پھر بھی عبادت زیادہ پائی جاتی ہے۔ مگر آریوں نے چونکہ اس طریق کو غلط قرار دے دیا۔ اسلئے اب ہزاروں میں سے کوئی ایک آریہ ہی ہوگا۔ جو دیانند جی کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق عبادت کرتا ہو۔ اخباروں میں وہ شور مچا دیں گے۔ جلسوں میں وہ تقریریں کریں گے۔ مذہب کی سچائی پر وہ دھوآں دھار لیکچر دیں گے۔ مگر ان میں سے شاید کوئی ایک سورما اور قومی خادم ایسا نکلے گا۔ جو سال بھر میں ایک دفعہ دیانند جی کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق عبادت کرنے والا ہو۔ تو ظاہری جسم بھی ایک بڑی مفید اور کارآمد چیز ہے۔ اور جن قوموں نے عبادت میں جسم کو شامل نہیں کیا۔ وہ رفتہ رفتہ عبادت سے بالکل غافل ہو گئی ہیں۔ اسی طرح عبادت میں روزہ شامل ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ

بھوکا پیاسا رہنا ایک جسم ہے

روح نہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اصل روزہ تو دل کا روزہ ہے مگر چونکہ خالی دل کا روزہ کوئی انسان نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے بھوکا اور پیاسا رہنا بھی ضروری قرار دے دیا۔ پھر حج ایک عبادت ہے۔ اور اسکی اصل غرض یہ ہے۔ کہ انسان ہر قسم کے تعلقات کو توڑ کر دل سے خدا کا ہو جائے مگر اس غرض کو پورا کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک ظاہری حج بھی رکھ دیا۔ اور صاحب استطاعت لوگوں پر یہ فرض قرار دے دیا۔ کہ وہ گھر بار چھوڑ کر مکہ جائیں۔ سب مسلمان جمع ہوں۔ اور اس طرح اپنے وطن اور

عزیز و اقرباء کی قربانی کا سبق

سیکھیں۔ بے شک حقیقی حج یہی ہے۔ کہ انسان ہر قسم کے تعلقات کو منقطع کر کے خدا کا ہو جائے۔ مگر اس کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک ظاہری جسم بھی رکھ دیا۔ یہی حال صدقہ و خیرات کا ہے۔ حقیقی طہارت اور پاکیزگی تو انسان کے خیالات کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ خدا تعالےٰ نے مال کی پاکیزگی بھی ضروری قرار دے دی۔ کیونکہ اس کے بغیر اسے جسم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر خالی لوگوں کی خیر خواہی کا حکم دے دیا جاتا۔ تو لوگ اس حکم کو بھول جاتے۔ مگر اب چونکہ خدا تعالیٰ نے اس خیر خواہی کا یہ نشان رکھ دیا ہے۔ کہ انسان غریبوں کو صدقہ و خیرات دے۔ اس لئے جب بھی وہ روپیہ دینے لگتا ہے۔ اسے یہ حکم یاد آ جاتا ہے۔ اور وہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ اصل حکم یہ ہے۔ کہ میں سب کا خیر خواہ بنوں۔ اور حتی المقدور انہیں فائدہ پہنچاؤں۔ ورنہ انسان ان سے تو محبت کیا ہی کرتا ہے۔ جن سے اس کے دوستانہ تعلقات ہوں۔ اسلام یہ ایک زائد حکم دیتا ہے۔ کہ انسان ان سے بھی حسن سلوک کرے۔ جن سے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچا ہو۔ بلکہ جن سے فائدہ پہنچنے کی کوئی امید بھی نہ ہو۔ اور یہ نیکی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ جب تک وہ صدقہ و خیرات نہ دے۔ اور جب تک وہ عملاً غرباء اور مساکین سے حسن سلوک نہ کرے۔

پس غریبوں کی محبت کا خیال اور ان سے حسنِ سلوک کرنے کی تعلیم جو ہے۔ اسے قائم رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے

صدقہ و خیرات کا حکم

دے دیا۔ اب جو شخص سال بھر میں ایک دفعہ زکوٰۃ دیتا ہے۔ یا وقتاً فوقتاً صدقہ و خیرات دیتا رہتا ہے۔ اس کے دل میں تو غریبوں کی محبت رہ سکتی ہے۔ مگر جو ایسا نہیں کرتا۔ اس کا دل بھی غریبوں کی محبت سے خالی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا نے روحانیت کے جو جسم بنائے ہیں۔ ان میں سے ایک جسم اخلاق ہیں۔ اخلاق روحانیت کا نام نہیں۔ اور نہ روحانیت اخلاق کا نام ہے۔ مگر اخلاق

روحانیت کے لئے بمنزلہ جسم

ضروری ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کو نظر نہیں آتی۔ صرف اس کا حسن اسکی صفات پر غور کر کے نظر آ سکتا ہے۔ پس چونکہ اللہ تعالےٰ کی ذات مخفی اور وراء الوراء ہے۔ اس لئے اس نے اپنی محبت بندوں کی محبت اور ان کے ساتھ نیک تعلقات رکھنے سے وابستہ کر دی ہے۔ جب ان میں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک چیز کو تم حاصل کر لو گے۔ تو لازمًا دوسری چیز بھی تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ گویا یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں۔ جسے براہِ راست خدا تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی۔ وہ خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں پیدا ہونے کے بعد

بندوں کی محبت

سے اپنے دل کو لبریز پائے گا۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ دَنٰی فَتَدَلّٰی۔ یعنی ہمارا یہ رسول پہلے خدا کے قریب ہؤا۔ اور پھر نیچے اترا۔ گویا خدا کی محبت محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہلے حاصل ہوئی۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی بنی نوع انسان کی محبت آپ کے دل میں ایسی پیدا ہوئی۔ کہ آپ اس جذبہ کو برداشت نہ کر سکے۔ اور ان کی ہدایت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مگر کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں۔ جنہیں پہلے بنی نوع انسان کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ اور پھر وہ خدا تعالیٰ کی محبت کی طرف لوٹتے ہیں۔ گویا روحانی کمال کے حصول کے دونوں ذریعے ہیں۔ کبھی خدا سے پہلے محبت ہوتی ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کے دل میں بندوں کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کبھی بندوں سے پہلے محبت ہوتی ہے۔ اور خدا سے محبت اس کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ پہلے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوئی اور پھر بنی نوع انسان کی۔

یہ محبت وہبی ہوتی ہے

مگر جن کو کسب سے محبت حاصل ہوتی ہے۔ ان کے دل میں پہلے بنی نوع انسان سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ان کے لئے ہر قسم کی قربانی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان کے تعلقات بنی نوع انسان سے کامل ہو جاتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ سے بھی ان کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کو پانے کے یہ دونوں ذرائع ہیں۔ کوئی خدا کو اس طرح پا لیتا ہے۔ اور کوئی اس طرح۔ کوئی خدا سے مل کر بندوں کو پا لیتا ہے۔ اور کوئی بندوں سے مل کر خدا کو پا لیتا ہے۔ جہاں وہب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل انسان کے شاملِ حال ہوتا ہے۔ وہاں پہلے خدا کی محبت ملتی ہے۔ اور پھر بندوں کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جہاں

کسب اور محنت کا دخل

ہو۔ وہاں پہلے بندوں کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر خدا کی محبت۔ گویا ایک تو نیچے سے اوپر جاتا ہے۔ اور دوسرا اُوپر سے نیچے آتا ہے۔

ہے۔ تو ان اخلاق کا اپنے اندر پیدا کرنا دین کی حفاظت کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے یہ اخلاق آگے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض براہِ راست بنی نوع انسان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض بالواسطہ تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً غریب کی مدد کرنا۔ یہ تو ہر شخص کو نظر آتا ہے۔ کہ ایک ثواب کا کام ہے۔ اور اس کا دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مگر سچ کے متعلق انسان نہیں سمجھتا۔ کہ اس کے بولنے سے بنی نوع انسان کا کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ حالانکہ

سچ بولنا

بھی الٰہی نیکیوں میں سے ہے۔ جن سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جو شخص سچ نہیں بولے گا۔ وہ لازمًا دوسرے کو دھوکا دیگا۔ اور دھوکہ ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی سے پوچھے۔ کہ فلاں شخص قادیان میں ہے۔ یا لاہور گیا ہؤا ہے۔ اسے معلوم ہو۔ کہ وہ لاہور گیا ہؤا ہے۔ مگر جھوٹ بول دے اور کہدے۔ کہ قادیان میں ہی ہے۔ تو اب دوسرا شخص اس سے ملنے کے لئے جائے گا۔ فرض کرو۔ اس کا مکان میل بھر دور ہے۔ تو وہ ایک میل کا چکر کاٹ کر اس کے مکان پر پہنچے گا۔ اور جب اس کے متعلق دریافت کرے گا۔ تو گھر سے پتہ لگے گا۔ کہ وہ تو کل کا لاہور گیا ہؤا ہے۔ اب خود ہی سوچو۔ کہ اس نے

جھوٹ بول کر

ایک شخص کو کتنا نقصان پہنچایا۔ یا فرض کرو ایک شخص نے مثلاً زید سے معاہدہ کیا ہؤا تھا۔ کہ تم لاہور چلو میں وہاں تم سے کل مل کر مل جاؤں گا۔ اب جب کل آتا ہے۔ اور وہ شخص ایک تیسرے شخص سے اس بارہ میں پوچھتا ہے۔ کہ کیا وہ لاہور چلا گیا ہے۔ اور وہ جھوٹ بول کر کہتا ہے۔ کہ نہیں۔ تو لازمًا یہ شخص بھی اب لاہور نہ جائے گا۔ اور دوسرے شخص کے سامنے جھوٹا بنے گا۔ اور اس دوسرے شخص کا سفر بھی ضائع جائے گا۔ تو بظاہر انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ سچ بولنے کا کسی دوسرے کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ حالانکہ اگر ایک شخص سچ بولتا ہے۔ تو وہ سب کو آرام پہنچاتا ہے۔ اور اگر ایک شخص جھوٹ بولتا ہے۔ تو وہ سب کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

اسی طرح محنت کرنا بھی الٰہی اخلاق میں سے ہے۔ جن کا دوسروں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ بظاہر انسان سمجھتا ہے۔ کہ میں کام کروں یا نہ کروں۔ دوسروں کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ حالانکہ وہ

مشین کا ایک پرزہ

ہوتا ہے۔ اور اسکی خرابی کے ساتھ ساری مشین کی خرابی اور اسکی عمدگی کے ساتھ ساری مشین کی عمدگی وابستہ ہوتی ہے۔ اگر یہ پرزہ ناکارا ہوگا۔ تو مشین پر لازمًا اثر پڑے گا۔ جیسے دو بیل ایک گاڑی میں جُتے ہوئے ہوں۔ تو کیا ایک کہہ سکتا ہے کہ یہ امر میری مرضی پر منحصر ہے۔ کہ میں چلوں یا نہ چلوں۔ وہ دونوں چلیں گے۔ تو گاڑی چلے گی۔ اور اگر ان میں سے کوئی ایک بھی رہ جائے گا۔ تو گاڑی نہیں چل سکے گی۔ اسی طرح تمام بنی نوع انسان مشین کے پرزے ہیں۔ ایک

ملک کے رہنے والے

اپنی حدود میں مشین کے پرزے ہیں۔ اور ایک شہر کے رہنے والے ان پرزوں سے زیادہ قریب کے پرزے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی صحیح طور پر اپنے فرائض کو سر انجام نہیں دے گا۔ اور محنت سے جی چرائے گا۔ تو لازمًا اس کا دوسروں پر بھی اثر پڑیگا۔ قادیان میں اسکی مثالیں کثرت سے ملتی رہتی ہیں۔ ایک شخص محنت نہیں کرتا۔ اور نہ اپنے بیوی بچوں کے گزارہ کی کوئی صورت اختیار کرتا ہے۔ لوگ اسے سمجھاتے ہیں۔ کہ دیکھو۔ مزدوری کرو محنت کرو۔ اور اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا انتظام کرو۔ مگر وہ کہتا ہے۔ تم کو کیا میں محنت کروں یا نہ کروں یہ میرا اختیار ہے۔ تمہیں اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اب بظاہر یہ سوال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب نتیجہ دیکھا جائے۔ تو اسکی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اور وہ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد

اس کے بیوی بچے کہتے پھرتے ہیں۔ کہ ہم بھوکے مر گئے۔ ہمارا کوئی خیال کرے۔ اب ایک تو وہ غریب اور یتیم ہوتے ہیں۔ جن کو کما کر کھلانے والا کوئی نہیں ہوتا اور ایک یہ غریب ہوتے ہیں کہ ان کا کمانے والا موجود ہے، مگر وہ کماتا نہیں۔ اور محنت سے جی چراتا ہے، اگر وہ محنت سے کام کرتا۔ اور خود کما کر بیوی بچوں کو کھلاتا۔ تو صدقہ وخیرات کا ایک حصہ اس کے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی بجائے ان غرباء پر خرچ کیا جاتا۔ جن کو کما کر کھلانے والا کوئی نہیں۔ اور

حق بحقدار رسید

پر عمل ہوتا۔ لیکن اگر بعض گھروں میں کمانے والے تو موجود ہوں۔ مگر وہ کما کر نہ لائیں۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ صدقہ وخیرات کی رقم بٹ جائے گی۔ اور کچھ تو ان غرباء کو ملے گی۔ جن کا کمانے والا کوئی نہیں۔ اور کچھ ان کو ملے گی۔ جن کے کمانے والے تو ہیں۔ مگر وہ محنت نہیں کرتے۔ اور اس طرح

اصل مستحقین

کی روٹی آدھی ہو جائے گی۔ آخر محلے والوں کے پاس کوئی جادو تو نہیں ہوتا۔ کہ وہ جتنا روپیہ چاہیں دوسروں کو دے دیں۔ وہ اپنے اخراجات میں سے تنگی برداشت کر کے کچھ روپیہ بچاتے اور غرباء کو دیتے ہیں۔ مگر یہ نکھٹو لوگ غرباء کے حصہ کو کھا جاتے اور اپنی قوم اور اپنے محلہ والوں پر ایک بوجھ بنے رہتے ہیں۔ اگر اس قسم کے لوگوں کے بیوی بچے دوسروں سے کچھ مانگیں نہ اور یہ نہ کہیں کہ ہمیں کچھ دو۔ ہم بھوکے مر رہے ہیں۔ تو کم از کم یہ ضرور کہیں گے۔ کہ ہمیں اتنا ادھار دے دو۔ جو لوگ شریف ہوتے ہیں۔ وہ ان کو دے تو دیتے ہیں۔ مگر دل میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ نہ ان لوگوں نے روپیہ کمانا ہے۔ اور نہ ان سے ہمیں واپس ملنا ہے۔ اب دیکھ لو۔

محنت نہ کرنے کا اثر

قوم پر پڑا یا نہیں۔ پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ بیوی بچوں کو قادیان میں چھوڑ کر آپ کہیں باہر بھاگ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے بیوی بچے

سلسلہ پر بار

بن جاتے ہیں۔ اور پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کے پاس چٹھیوں پر چٹھیاں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ کہ ہم بھوکے مر گئے۔ ہمارا کوئی انتظام کیا جائے۔

اب بظاہر تو ایسا شخص جو بیوی بچوں کو قادیان میں بٹھا کر آپ کہیں غائب ہو جاتا۔ کہہ سکتا ہے۔ کہ کسی کو مجھ پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ بیوی بچے چھوڑے ہیں تو میں نے۔ اور اگر بھوکے مریں گے تو میرے بیوی بچے مریں گے۔ نہ کہ کسی اَور کے۔ لیکن اگر یہی اصل قوم اختیار کرے۔ اور ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ تو آیا تمام جماعت ایک ملامت کے نیچے آئے گی یا نہیں۔ کہ فلاں آدمی بھوکے مر گئے۔ اور جماعت نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ تو یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ کہ لوگوں کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اُن کا تعلق ہے۔ اور ضرور ہے۔ کیونکہ اگر وہ ان کی خبر نہ لیں۔ تو بدنام ہو جائیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس قوم ان کی خبر گیری کرنے پر مجبور ہوتی ہے حالانکہ اگر ایسے لوگ خود محنت کریں۔ اور مشقت کا کام کرکے اپنی روزی کمائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اور ان کے بیوی بچے قوم پر بار ثابت ہوں پس محنت نہ کرنا بھی کسی کا ذاتی فعل نہیں۔ بلکہ

ایک قومی جرم

ہے۔ اسی طرح گو آج کل یہ بات کسی قدر کم ہو گئی ہے۔ مگر پہلے بالعموم مسلمان تاجر اور کارخانہ دار بھی ہندوؤں کو ملازم رکھتے تھے۔ مسلمانوں کو نہیں۔ اور جب پوچھا جائے۔ کہ مسلمانوں کو کیوں ملازم نہیں رکھتے۔ تو ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ کوئی مسلمان دیانتدار ملتا نہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مسلمانوں میں بھی بڑے بڑے دیانتدار لوگ پائے جاتے ہیں۔ مگر جانتے ہو۔ اسکی تہہ میں کیا بات ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب مسلمانوں کا ایک حصہ بد دیانت ہو گیا۔ تو اس نے باقیوں کو بھی بد دیانت مشہور کر دیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چند بد دیانت اور خائن مسلمانوں کی وجہ سے سب مسلمانوں کو نوکری ملنا مشکل ہو گئی۔ گویا ان بد دیانتوں نے صرف اپنا ہی رزق بند نہ کیا۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کے رزق کو بھی بند کیا۔ لوگوں میں یہ عام رواج ہوتا ہے۔ کہ جب انہیں کسی شخص سے نقصان پہنچتا ہے تو وہ اسکی تمام قوم کا نام لے کر کہتے ہیں۔ کہ وہ سب قوم ایسی ہی ہے۔ ہم اپنے کانوں میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ جس کسی احمدی سے کوئی غفلت ہوتی ہے۔ سب لوگ یہ کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ بس ہم نے دیکھ لیا۔ احمدی ایسے ایسے ہوتے ہیں۔ بلکہ خود بعض دفعہ احمدی بھی اس قسم کے الفاظ اپنی زبان سے نکال دیتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ ایسے مقامات میں بعض کارخانے اوروں کو ملازم رکھ لیتے ہیں۔ مگر احمدیوں کو نہیں رکھتے۔ اور کہتے ہیں کہ احمدی اچھے نہیں ہوتے۔ اب کوئی احمدی ایسا ہوا ہوگا۔ جس نے اپنا برا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہوگا۔ مگر اس ایک کی وجہ سے بدنام ساری قوم ہوئی۔ لیکن اگر اس میں محنت کی عادت ہوتی۔ اگر وہ دیانت اور امانت کے ساتھ کام کرنے کا عادی ہوتا۔ تو نہ صرف وہ اپنی روٹی کما سکتا۔ بلکہ کئی دوسرے احمدیوں کی روٹی کا بھی انتظام ہو جاتا۔ کیونکہ لوگ کہتے۔ یہ احمدی تھا۔ جس نے بڑی دیانتداری سے کام کیا۔ اب اور کاموں پر بھی ہم احمدیوں کو ہی مقرر کریں گے۔ تاکہ ہمارے کام خوش اسلوبی سے ہوتے رہیں۔ غرض اگر ایک آدمی اچھا کام کرتا ہے۔ تو دوسرے کی روٹی کا بھی دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اگر ایک آدمی اپنے

فرائض کی ادائیگی میں غفلت

اور کوتاہی سے کام لیتا ہے۔ تو اور لوگوں کی روٹی بھی بند ہو جاتی ہے۔

تو اخلاق میں سے بعض بظاہر انسان کی اپنی ذات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان کا تعلق تمام قوم کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے جھوٹ ہے یا سستی ہے یا غفلت ہے۔ یا دھوکا اور فریب ہے۔ یہ ساری بدیاں ایسی ہیں۔ کہ جن کے متعلق بظاہر انسان یہ سمجھتا ہے۔ کہ ان کا صرف اسکی ذات کے ساتھ تعلق ہے۔ حالانکہ وہ ویسے ہی قوم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں جیسے ان کا تعلق اسکی ذات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اگر وہ ان اخلاق کی درستی نہ کرے۔ تو تمام قوم کو نقصان پہنچتا ہے۔

میں دیکھتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں

اخلاق کی طرف بہت ہی کم توجہ ہے

بلکہ ابھی تک احمدیوں نے بھی اخلاق کی اہمیت کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ میرے سامنے اس وقت بچے بیٹھے ہیں جو تحریک جدید کے بورڈنگ میں رہتے ہیں۔ میں نے تحریک جدید کے مطالبات میں ایک شق اخلاق فاضلہ کی بھی رکھی ہوئی ہے مگر میں نہیں سمجھتا کہ ان بچوں کے سپرنٹنڈنٹ اور اساتذہ وغیرہ اخلاق کی اہمیت کو ان پر پورے طور پر ظاہر کرتے ہوں اس لئے کہ تحریک جدید کے بورڈنگ سے نکل کر جو طالب علم باہر گئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی کوئی زیادہ اچھی رپورٹیں نہیں آرہیں۔ حالانکہ ان کے ماں باپ کی اپنے بچوں کو

تحریک جدید کے بورڈنگ میں داخل کرنے کی اصل غرض

یہ تھی۔ کہ تعلیم کے علاوہ ان کی اعلیٰ تربیت ہو۔ اُن میں محنت کی عادت ہوتی۔ ان میں اعلیٰ درجہ کی دیانت پائی جاتی۔ ان میں ہمدردی کا مادہ ہوتا۔ ان میں سچ کا مادہ ہوتا۔ ان میں قربانی اور ایثار کا مادہ ہوتا۔ اسی طرح وہ ہر کام کے کرتے وقت عقل سے کام لیتے۔ اور وقت کی پابندی کرتے۔ اور یہ تمام باتیں ایسی ہیں۔ کہ جب تک ان کو بار بار دہرایا نہ جائے۔ اور جب تک بچوں کو ان باتوں پر عمل نہ کرایا جائے۔ اس وقت تک وہ قوم اور دین کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔ یہ اخلاق ہی ہیں۔ جو انسان کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں کو محنت سے کام کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ خواہ کسی ملک میں چلے جائیں۔ انہیں کامیابی ہی کامیابی حاصل ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر جو سست ہوتے ہیں۔ انہیں گھر بیٹھے بھی کوئی کام نظر نہیں آتا۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض افسر سارا دن فارغ بیٹھے رہتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہمارے محکمہ میں کوئی کام ہی نہیں۔ انہیں کبھی یہ

سوچنے کی توفیق

ہی نہیں ملتی۔ کہ ہمارے سپرد جو کام ہوا ہے۔ اسکی کیا کیا شاخیں ہیں؟ اور کس طرح وہ اپنے کام کو زیادہ وسیع طور پر پھیلا سکتے۔ اور اس کے شاندار نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ صرف اتنا ہی کام جانتے ہیں۔ کہ رجسٹروں اور کاغذات پر دستخط کئے۔ اور فارغ ہو کر بیٹھ رہے۔ لیکن اسی جگہ اور اسی دفتر میں جب کوئی کام کرنے والا افسر آتا ہے۔ تو وہ اپنے

کام کی ہزاروں شاخیں

نکالتا چلا جاتا ہے۔ اور اسے ہر وقت نظر آتا رہتا ہے۔ کہ میرے سامنے یہ کام بھی ہے میرے سامنے وہ کام بھی ہے۔ یورپین قوموں کو دیکھ لو۔ یہ جہاں جاتی ہیں۔ انہیں کام نظر آجاتا ہے ہندوستانی سمجھتے ہیں۔ کہ ہم بھوکے مر گئے۔ مگر یورپین لوگوں کو ہندوستان میں دولت نظر آرہی ہے۔ اور اس دولت کو سمیٹے چلے جا رہے ہیں۔

اسی طرح سیلونی کہتے ہیں۔ کہ ہم بھوکے مر گئے۔ مگر انگریزوں کو سیلون میں بھی دولت دکھائی دیتی ہے۔ افغانی کہتے ہیں کہ ہم بھوکے مر گئے۔ مگر انگریزوں کو افغانستان میں بھی دولت دکھائی دیتی ہے۔ پھر عرب جیسے

سنگلاخ خطہ

اور اس کے جنگلوں میں بھی انگریزوں کو دولت دکھائی دیتی ہے۔ مصر جیسی وادی میں بھی انہیں دولت دکھائی دیتی ہے۔ چین جاتے ہیں۔ تو وہاں دولت کمانے لگ جاتے ہیں۔ مگر چینی کہتے ہیں۔ کہ ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ تو یہ انگریزوں کی

نظر کی تیزی کا ثبوت

ہے۔ کہ وہ جہاں جاتے ہیں۔ انہیں دولت دکھائی دینے لگ جاتی ہے۔ اور یہ نظر کی تیزی اخلاق فاضلہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی قوم میں اخلاق فاضلہ پیدا ہو جائیں تو اس کے افراد کی نظر اسی طرح تیز ہو جاتی ہے۔ غرض قربانی اور ایثار کا مادہ ایسی چیز ہے۔ جو انسان کی ہمت کو بڑھاتا ہے۔ اور سچ بولنا ایک ایسا وصف ہے۔ جو انسان کا اعتبار قائم کرتا ہے۔ اور محنت کی عادت ایک ایسی چیز ہے۔ جو کام کو وسعت دیتی ہے۔ اور جب کسی شخص میں یہ اخلاق فاضلہ پیدا ہو جائیں۔ تو ایسا آدمی ہر جگہ مفید کام کر سکتا۔ اور ہر شعبہ میں ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ پس میں تحریک جدید کے کارکنوں کو خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ یہ امر طالب علموں کے ذہن نشین کرتے رہیں۔ کہ انہیں

ہمیشہ سچائی سے کام لینا چاہیئے

اور محنت کی عادت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔ اور اس امر کو ان کے اتنا ذہن نشین کریں۔ کہ یہ امر ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔ کہ ان باتوں کو چھوڑنا ایسا ہی ہے۔ جیسے طاعون میں گرفتار ہونا۔ آخر وجہ کیا ہے۔ کہ ایک چور مل جاتا ہے۔ تو وہ دوسرے کے دل میں چوری کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ ایک جھوٹا اور کذاب انسان مل جاتا ہے۔ تو وہ دوسرے کو جھوٹ اور کذب بیانی کی عادت ڈال دیتا ہے۔ ایک سست اور غافل انسان کسی دوسرے پاس کے رہتا ہے۔ تو اسے بھی اپنی طرح سست اور غافل بنا دیتا ہے اگر ان بدیوں کے مرتکب اثر پیدا کر لیتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ کارکنوں کے دلوں سوز اور گداز پیدا ہو جائے۔ اور وہ اخلاق کی اہمیت کو سمجھ جائیں۔ تو بچوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا کر سکیں۔ ان میں محنت کی عادت پیدا نہ کر سکیں۔ اور کیوں نہ بچے ان اخلاق فاضلہ سے دوری کو ایک عذاب نہ سمجھنے لگیں۔ اگر متواتر طالب علموں کو بتایا جائے۔ کہ

جھوٹ بولنا ایک عذاب ہے

اور ایسا ہی ہے۔ جیسے طاعون یا ہیضہ میں مبتلا ہو جانا۔ اگر متواتر طالب علموں کو بتایا جائے۔ کہ

سستی اور غفلت ایک عذاب ہے

اور ایسا ہی ہے۔ جیسے طاعون یا ہیضہ میں گرفتار ہونا یا بھڑکتی ہوئی آگ میں گر جانا۔ اسی طرح تمام اخلاق فاضلہ ان کے ذہن نشین کرائے جائیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ان میں بیداری پیدا نہ ہو۔ اور وہ صحیح اسلامی اخلاق کا نمونہ نہ بنیں۔ مگر اس کے لئے ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ طالب علموں کے سامنے متواتر لیکچر دئے جائیں۔ اور انہیں بتایا جائے۔ کہ جھوٹ کیا ہوتا ہے۔ سچ کیا ہوتا ہے۔ سچ بولنے کے کیا فوائد ہیں۔ اور جھوٹ بولنے کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا نقصانات ہیں۔ میرے نزدیک سَو میں سے نوّے انسان یہ سمجھتے ہی نہیں۔ کہ

سچ کیا ہوتا ہے

یہ ایک عام قاعدہ ہے۔ کہ جتنا زیادہ کسی بات کو دوہرایا جائے۔ اتنا ہی لوگ اس کو کم سمجھتے ہیں۔ تم کسی شخص سے پوچھو۔ حتیٰ کہ کسی گاؤں کے رہنے والے شخص سے بھی دریافت کرو۔ کہ سینما کیا ہوتا ہے۔ تو وہ ضرور اسکی کچھ نہ کچھ تشریح کر دیگا۔ لیکن اگر تم اس سے پوچھو۔ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی کیا تشریح ہے۔ یا اسلام کو تم نے کیوں مانا ہے۔ تو وہ ہنس کر کہہ دیگا۔ کہ یہ باتیں مولویوں سے دریافت کریں۔ آخر یہ فرق کیوں ہے۔ اور کیوں وہ سینما کی تشریح تو کسی قدر کر سکتا ہے۔ مگر یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ اس نے اسلام کو کیوں قبول کیا۔ اسی لئے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو ہر وقت رٹتا رہتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ مجھے اس کے سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر

سینما کا لفظ

وہ کبھی کبھی سنتا ہے۔ اور اس لئے لوگوں سے پوچھ لیتا ہے۔ کہ سینما کیا چیز ہے۔ مگر لا الٰہ الا اللہ کو چونکہ اس نے بچپن سے سنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خیال کر لیتا ہے۔ کہ مجھے اس کے متعلق کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ تم میں سے کسی کے بچہ نے اگر ریل کو نہیں دیکھا۔ اور کسی دن تم اسے ریل دکھانے کے لئے لے جاؤ۔ تو وہ جاتے ہی تم پر سوالات کی بوچھاڑ کر دے گا۔ اگر پنجابی ہوگا۔ تو اپنے باپ سے کہے گا۔ کہ باپو ایہہ کس طرح چلدی ہے۔ کبھی کہے گا کیا یہ دھوئیں کے ساتھ چلتی ہے۔ اور کبھی یہی خیال کرنے لگ جائے گا۔ کہ اس کے اندر کوئی جن بیٹھا ہے۔ جو اسے حرکت میں لاتا ہے۔ غرض وہ تھوڑے سے وقت میں تم سے بیسیوں سوالات کر دے گا۔ لیکن کیا اس نے کبھی تم سے یہ پوچھا۔ کہ سورج کیوں بنا ہے۔ اسکی روشنی کہاں سے آتی ہے۔ اس کے اندر گرمی کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ اور اسکی روشنی اور گرمی ختم کیوں نہیں ہو جاتی۔ وہ کبھی تم سے یہ سوالات نہیں کرے گا۔ لیکن انجن کے متعلق تم سے بیسیوں سوالات کر دیگا۔ اس لئے کہ انجن اس نے

ایک نئی چیز

کے طور پر دیکھا ہے۔ اور سورج کو اپنی پیدائش سے ہی وہ دیکھتا چلا آیا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ مجھے اس کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ پس جتنی زیادہ کوئی چیز کسی انسان کے سامنے آتی ہے۔ اتنا ہی وہ اسکی حقیقت اور ماہیت سے ناواقف ہوتا ہے۔ یہ ایک قانون ہے۔ جو

فطرت انسانی میں

داخل ہے۔ کہ جو چیز کبھی کبھار سامنے آئیگی۔ اس کے متعلق وہ سوالات کی بوچھاڑ کر دے گا۔ اور جو بار بار سامنے آتی رہے گی۔ اس کے متعلق وہ کبھی کوئی سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ بار بار سامنے آنے سے دریافت کرنے کی حس ہی ماری جاتی ہے۔ اور انسان یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے۔ کہ مجھے اس کا علم ہے۔ حالانکہ اسے علم نہیں ہوتا۔ چنانچہ تم کسی سے پوچھ کر دیکھ لو۔ کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ وہ کبھی تم کو اس

سوال کا صحیح جواب

نہیں دے سکے گا۔ تم اپنے محلہ میں ہی کسی دن لوگوں سے دریافت کر کے معلوم کر سکتے ہو۔ کہ آیا وہ اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں۔ جب تم کسی سے پوچھو گے۔ کہ سچ بولنا چاہیئے یا نہیں۔ تو وہ کہے گا۔ کہ ضرور سچ بولنا چاہیئے۔ مگر جب پوچھا جائے۔ کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ تو وہ ہنس کر کہہ دے گا۔ کہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ سچ کا لفظ بار بار سنکر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ یہ چیز کسی

دلیل کی محتاج

نہیں۔ حالانکہ یہ بھی ویسی ہی دلیل کی محتاج ہے جیسے اور باتیں دلیل کی محتاج ہیں۔ تو لوگ سچ کی تعریف سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ وہ سچ کی ضرورت سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ وہ سچ کے فوائد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ وہ سچ کو چھوڑنے اور

جھوٹ بولنے کے نقصانات

سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ مگر جب ان سے سچ کے بارے میں کچھ پوچھا جائے۔ تو وہ کہہ دینگے۔ کہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

میرے پاس کئی لوگ آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ احمدیت کی صداقت کا کیا ثبوت ہے۔ میں نے

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو دیکھا۔ کہ آپ سے جب بھی کوئی شخص یہ سوال کرتا۔ آپ اسے ہمیشہ یہ جواب دیا کرتے۔ کہ تم نے دنیا میں کسی سچائی کو قبول کیا ہوا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہوا ہے۔ تو جس دلیل کی بنا پر تم نے اس سچائی کو قبول کیا ہے۔ وہی دلیل احمدیت کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اس کے جواب میں پوچھنے والا لبا اوقات یا تو ہنس کر خاموش ہو جاتا۔ یا جو دلیل پیش کرتا اسی سے آپ اس کے سامنے احمدیت کی صداقت پیش فرما دیتے۔ میرا بھی یہی طریق ہے۔ اور میں نے اپنے تجربہ میں اسے بہت مفید پایا ہے۔ چنانچہ مجھ سے بھی جب کوئی شخص یہ سوال کرتا ہے۔ کہ

احمدیت کی صداقت

کا کیا ثبوت ہے۔ تو میں اُسے یہی کہا کرتا ہوں۔ کہ تم پہلے یہ بتاؤ۔ کہ تم محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کیوں مانتے ہو۔ اور کن دلائل سے آپ کی صداقت کے قائل ہو۔ جو دلائل رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صداقت کے تمہارے پاس ہیں۔ وہی دلائل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے میں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کے جواب میں کئی لوگ تو خاموش ہی ہو جاتے ہیں۔ اور کئی یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل ہم کیا بتائیں۔ وہ تو ظاہر ہی ہیں۔ پھر جب ان کے اس جواب پر جرح کی جاتی ہے۔ تو سا دکھل جاتا ہے۔ کہ انہیں پتہ ہی نہیں۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کیوں سچا سمجھتے ہیں۔ میرے پاس آج تک اس قسم کے جتنے لوگ آئے ہیں۔ ان میں سے نوّے فی صدی کا میں نے یہی حال دیکھا ہے۔ سَو میں سے دو چار ایسے بھی ہوئے ہیں جنہوں نے کوئی جواب دیا ہے۔ مگر ان کا وہ جواب بھی بہت ہی ادھورا تھا۔ مثلاً یہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اس لئے ہم آپ کو سچا سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح وہ خود ہی قابو میں آ جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی بہت سی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ تو جو سچائی ہر وقت انسان کے سامنے رہتی ہے۔ اسے وہ کریدنے کا عادی نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کے دلائل اسے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ سچائی وغیرہ کے بارہ میں کسی کو سمجھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ عام باتیں ہیں۔ جو تمام لوگ جانتے ہی ہیں۔

بہت بڑی غفلت

ہے۔ کیونکہ جو چیزیں زیادہ سامنے آتی ہیں۔ وہی اس بات کا حق رکھتی ہیں۔ کہ ان کے متعلق بار بار سمجھایا جائے۔ اور بار بار ان کے دلائل بیان کئے جائیں۔ کیونکہ لوگ بار بار سامنے آنے والی چیزوں کے متعلق سوال نہیں کیا کرتے۔ بلکہ وہ غیر معروف چیزوں کے متعلق زیادہ سوال کیا کرتے ہیں۔

قادیان میں قرآن کریم کا درس

تو اکثر ہوتا ہی رہتا ہے۔ تم غور کر کے دیکھ لو۔ کہ وہ لوگ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے متعلق سوالات کرنے والے ہوں۔ وہ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس سے زیادہ سوال کرتے ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کا ذکر آ جائے تو اور زیادہ سوالات کرتے ہیں۔ لیکن جب

آدم کا قصہ

آ جائے۔ تو بے تحاشا سوالات کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا دل میں بے اختیار گدگدیاں ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ آدم کا واقعہ بہت دُور کا ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے معجزات کا بار بار ذکر سنکر اعتراض کا خیال دل میں پیدا ہی نہیں ہوتا۔ میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ ان باتوں کے دلائل موجود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ لوگوں کو دلائل سے ناواقفیت ہے۔ اور اسکی وجہ کسی بات کا بار بار سامنے آتے رہنا ہے۔ لوگ اس چیز کے بار بار سامنے آنے کی وجہ سے دلائل پر غور نہیں کرتے۔ اور اسکی حقیقت معلوم کرنے سے غافل رہتے ہیں۔ پس تم مت خیال کرو۔ کہ جب تم کہتے ہو۔ کہ سچ بولنا چاہیئے۔ تو تمہارا بچہ بھی جانتا ہے۔ کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ وہ اس بات کو ہرگز نہیں جانتا۔ کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ بلکہ تم مجھے یہ کہنے میں معاف کرو۔ کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ ہمارا بچہ جانتا ہے۔ کہ اسے سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ اسی طرح تم میں سے وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ ہمیں اپنے بچوں کو یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ محنت کریں۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں۔ وہ مجھے یہ کہنے میں معاف کریں۔ کہ ان کے بچے تو کیا۔ وہ خود بھی نہیں جانتے کہ محنت کس قدر ضروری چیز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق بہت زیادہ زور دینے بار بار توجہ دلانے اور زیادہ سے زیادہ ان کی اہمیت لوگوں کے ذہن نشین کرانے کی ضرورت ہے۔

ماں باپ کا فرض

ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں کے کانوں میں بار بار یہ باتیں ڈالیں۔ اسی طرح اساتذہ کا فرض ہے۔ کہ وہ طالب علموں کے دماغوں میں ان چیزوں کو راسخ کر دیں۔ اور ان باتوں کی کرید

تلاش اور جستجو کا مادہ

ان میں پیدا کریں۔ کیونکہ لوگ سچائی کو نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہوتی ہے۔ وہ صرف سچ کا لفظ جانتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کافی سمجھ لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ نہیں جانتے۔ کہ محنت کتنی ضروری چیز ہے۔ بلکہ وہ صرف محنت کے لفظ کو رٹ لینا اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح لوگ جھوٹ سے بچنے کے الفاظ تو سنتے ہیں۔ مگر جانتے نہیں۔ کہ جھوٹ کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے بنی نوع انسان کی محبت اور خیر خواہی کے الفاظ سنے ہوئے ہوتے ہیں۔ مگر جانتے نہیں کہ محبت اور خیر خواہی کیا ہوتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے غیبت کا لفظ سنا ہوا ہوتا ہے مگر جانتے نہیں کہ غیبت کیا ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ ہماری شریعت میں ان چیزوں کا حل موجود نہیں۔ حل موجود ہے۔ قرآن کریم نے ان امور کی وضاحت کر دی ہے۔ احادیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام باتوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ مگر لوگ ہیں۔ کہ ان باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ

غیبت نہیں کرنی چاہیئے

اس پر ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ! اگر میں اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کروں۔ جو اسمیں فی الواقعہ موجود ہو۔ تو آیا یہ بھی غیبت ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ غیبت اسی کا تو نام ہے۔ کہ تم اپنے بھائی کا اسکی عدم موجودگی میں کوئی ایسا عیب بیان کرو۔ جو فی الواقعہ اس میں پایا جاتا ہے۔ اور اگر تم کوئی ایسی بات کہو۔ جو اس میں نہ پائی جاتی ہو۔ تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہوگا۔ اب دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کو حل کر دیا۔ اور بتا دیا۔ کہ غیبت اس بات کا نام نہیں۔ کہ تم کسی کا وہ عیب بیان کرو۔ جو اس میں پایا ہی نہ جاتا ہو۔ اگر تم ایسا کرو۔ تو تم مفتری ہو تم جھوٹے ہو۔ تم کذاب ہو۔ مگر تم غیبت کرنے والے نہیں۔ غیبت یہ ہے۔ کہ تم اپنے کسی بھائی کا کوئی سچا عیب اسکی عدم موجودگی میں بیان کرو۔ یہ بھی منع ہے۔ اور اسلام نے اس سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو ساڑھے تیرہ سو سال سے حل کر دیا ہے۔ اور قرآن میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اگر اب بھی کوئی غیبت کر رہا ہو۔ اور اسے کہا جائے۔ کہ تم غیبت مت کرو۔ تو وہ جھٹ کہہ دے گا۔ کہ میں غیبت تو نہیں کر رہا۔ میں تو بالکل

سچا واقعہ

بیان کر رہا ہوں۔ حالانکہ ساڑھے تیرہ سو سال گذرے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فیصلہ سنا چکے اور علی الاعلان اس کا اظہار فرما چکے ہیں۔ مگر اب بھی اگر کسی کو روکو۔ تو وہ کہہ دے گا۔ کہ یہ غیبت نہیں۔ یہ تو بالکل سچی بات ہے۔ حالانکہ کسی کا اسکی عدم موجودگی میں سچا عیب بیان کرنا ہی غیبت ہے۔ اور اگر وہ جھوٹ ہے۔ تو تم غیبت کرنے والے نہیں۔ بلکہ مفتری اور کذاب ہو۔ یہ چیزیں ہیں۔ جن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر بوجہ اس کے کہ بار بار ان کے الفاظ کانوں میں پڑتے رہتے ہیں۔ لوگ حقیقت معلوم کرنے کی جستجو نہیں کرتے پس

ان باتوں پر بار بار زور دو

اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ جب تک یہ جسم مکمل نہیں ہوگا۔ اس وقت تک۔ مذہب کی روح بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ گویا ایمان ایک روح ہے۔ اور اخلاق فاضلہ اس روح کا جسم ہیں۔ پس میں تحریک جدید کے تمام کارکنوں اور

خدام الاحمدیہ کو توجہ

دلاتا ہوں۔ کہ وہ نوجوانوں میں ان باتوں کو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ سپرنٹنڈنٹ کو چاہیئے۔ کہ وہ بچوں کے کانوں میں یہ باتیں بار بار ڈالیں۔ اور ماں باپ کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی اولاد کو ان باتوں پر پختگی کے ساتھ قائم کریں۔ اور کوشش کریں۔ کہ ان میں جھوٹ کی عادت نہ ہو۔ غیبت کی عادت نہ ہو۔ چغلخوری کی عادت نہ ہو۔ ظلم کی عادت نہ ہو۔ دھوکہ اور فریب کی عادت نہ ہو۔ غرض جس قدر اخلاق ہیں۔ وہ ان میں پیدا ہو جائیں۔ اور جس قدر بدیاں ہیں ان سے وہ بچ جائیں۔ تاکہ وہ قوم کا ایک مفید جسم بن سکیں۔ اگر ان میں یہ بات نہیں۔ تو وفات مسیح پر لیکچر دینا یا منہ سے

احمدیت زندہ باد کے نعرے

لگاتے رہنا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ کوئی روح بغیر جسم کے نہیں رہ سکتی۔ اور کوئی جسم بغیر روح کے مفید کام نہیں کر سکتا۔ جسم کی مثال ایک پیالے کی سی ہے۔ اور روح کی مثال دودھ کی سی۔ جس طرح دودھ بغیر پیالہ کے زمین پر گر جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اخلاق فاضلہ کا جسم تیار نہیں ہوگا۔ تو تمہارے لیکچر اور تمہاری تمام تقریریں زمین پر گر کر مٹی میں دھنس جائینگی لیکن اگر اخلاق فاضلہ کا پیالہ تم ان کے دلوں میں رکھ دو گے۔ تو پھر وعظ بھی انہیں فائدہ دیگا۔ اور تقریریں بھی ان میں نیک تغیر پیدا کر دیں گی

گورو گوبند سنگھ کے بچوں کا افسانۂ قتل

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب)

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد حکومت کو بدنام کرنے کے لئے بہت سے تاریخی افسانے مشہور کیے گئے ہیں۔ جن میں مسلمان بادشاہوں کے مظالم کی داستانیں بیان کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہ مسلمان بہت ظالم قوم ہے۔ اور مسلمان کا مذہب ہی یہ ہے۔ کہ غیر مذاہب کے لوگوں کو محض اختلاف مذہب کی بنا پر موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیئے۔ یہ افسانے سیاسی اور مذہبی مقاصد کے پیش نظر گھڑے گئے ہیں۔ اور ان میں سے وہ افسانے جو شہنشاہ اعظم حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات اور آپ کے عہد حکومت کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں۔ خاص طور پر بھیانک اور مہیب شکل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

پچھلے دنوں مجھے ریاست چمبہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے گوردوارہ میں ایک تصویر لٹکی ہوئی تھی۔ جس میں یہ دکھایا گیا تھا۔ کہ ترکی ٹوپی والے مسلمان دو معصوم بچوں کو دیوار میں چن رہے ہیں۔ میرے ایک دوست نے جو میرے ساتھ تھے۔ دریافت کیا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے انہیں بتایا۔ کہ سکھوں میں حضرت عالمگیر اورنگ زیب رح کے ظلم کی یہ فرضی کہانی مشہور ہے۔ کہ ان کے عہد میں ان کی پالیسی کے ماتحت صوبیدار سرہند نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے دو بچوں کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ اور یہ تصویر اسی فرضی ظلم کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔

سکھوں کا شاید ہی کوئی مذہبی دیوان یا جلسہ ہوتا ہوگا۔ جس میں اس واقعہ کو رنگ آمیزی کے ساتھ بیان نہ کیا جاتا ہو۔ سکھ بچوں کو پڑھانے کے ابتدائی گورمکھی قاعدوں میں بھی اکثر یہ تصویر ہوتی ہے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ کہ سکھوں کے دلوں میں بچپن ہی سے مسلمانوں کے خلاف عناد اور نفرت کا بیج بویا جاتا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کو وحشی ظالم اور سکھ قوم کے دشمن سمجھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس کا اثر دونوں قوموں کے باہمی تعلقات پر کبھی بھی خوشگوار نہیں ہو سکتا۔

سکھ تاریخ و کتب میں مسلمانوں کے مظالم کی اور بھی بہت سی بے بنیاد کہانیاں مذکور ہیں۔

لیکن میں اس جگہ صرف گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کے مذکورہ بالا واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس واقعہ کا ذکر سکھوں کی مشہور تاریخ (تواریخ گورو خالصہ اردو) میں یوں ہوا ہے۔

بچوں کے قتل کی داستان

"جب سمت ۱۷۶۱ بکرمی میں آنند پور پر شاہی فوج کا حملہ ہوا۔ تو گورو گوبند سنگھ صاحب نے لڑتے لڑتے جب یہ دیکھا۔ کہ مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ تو گورو صاحب قلعہ چھوڑ کر کچھ سکھوں اور دو صاحبزادوں (اجیت سنگھ صاحب و جھجھا سنگھ صاحب) کے ہمراہ چمکور پہنچے۔ شاہی فوج تعاقب میں تھی۔ چمکور میں پھر جم کر فریقین کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں یہ دونوں صاحبزادے قتل ہوئے۔ آنند پور سے روانہ ہوتے وقت گورو صاحب نے اپنے دو چھوٹے بچوں (زور آور سنگھ صاحب اور فتح سنگھ صاحب) کو معہ اپنی والدہ کے گنگو برہمن کے پاس روانہ کر دیا۔ تاکہ وہ کہیں محفوظ جگہ پر چلے جائیں۔ اور گنگو نے غداری کی اور بچوں کو صوبیدار سرہند کے حوالے کر دیا۔ دوسرے روز صوبیدار سرہند نے ہر دو صاحبزادگان کو سر دربار بلا کر کہا۔ کہ تم دین اسلام قبول کرو ورنہ قتل کیے جاؤ گے۔ جس پر زور آور سنگھ صاحب نے جواب دیا کہ کیا مسلمان بن کر دنیا میں ہمیشہ رہیں گے۔ دوسرے دن پھر بلا کر ان کو کہا اے کمبخت لڑکو! تم کو بڑے بڑے عہدے اور خلعت بادشاہ سے دلائیں گے۔ اور خاندانوں میں شادیاں کرا دیویں گے۔ جاگیریں ملیں گی۔ تم ہمارا کہا مان جاؤ۔ اور دین اسلام قبول کرو۔ لیکن بچوں نے ایک نہ مانی اور اپنا عقیدہ ترک نہ کیا۔ اس پر ان کو زندہ دیوار میں چن دیا گیا!!"

داستان فرضی ہے

اس بیان کے علاوہ بعض دوسرے سکھ مورخ بھی اس واقعہ کو اسی طرح لکھتے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا بیان پر سرسری نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل امور کے پیش نظر اس کا بناوٹی اور فرضی ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔

امر اول سب سے پہلی بات قابل غور یہ ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اس واقعہ کی بنیاد اس امر پر رکھی گئی ہے۔ کہ گورو صاحب کے بچوں کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کی گئی۔ جو ناکام ہوئی۔ تو ان کو دیوار میں زندہ چن دیا گیا۔ لیکن اسلام میں تو مذہبی جبر جائز ہی نہیں ہے۔ پھر یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ صوبیدار سرہند نے یہ فعل اسلام کی خاطر کیا۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ اس واقعہ کے وقت ایک بچہ کی عمر سات برس اور دوسرے کی نو برس کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ اب کیا کوئی عقل تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ ایک علاقہ کے افسر اعلیٰ نے اتنی بڑی بے وقوفی کی۔ کہ نابالغ بچوں کو تبدیلیٔ مذہب کی ترغیب دی۔ اور جب انہوں نے انکار کیا۔ تو انہیں زندہ دیوار میں چنوا دیا۔ بھلا سات یا نو سالہ کے بچوں کو مذہب کی تمیز ہی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ انہیں کوئی مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دے۔ یا یہ کہ وہ ایسا کرنے سے انکار کریں۔ پھر ایک اور لطیفہ یہ ہے۔ کہ تبدیلیٔ مذہب کے لئے جن چیزوں (شادی۔ جاگیر۔ عہدہ۔ خلعت) کی ترغیب اور لالچ کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ بھی ایسی ہیں۔ جن کا سات اور نو سال کے بچوں کو صحیح احساس نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ گو اسلامی تعلیم یہی ہو۔ کہ کسی کو جبراً مسلمان نہ بنایا جائے۔ مگر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ اور صوبیدار سرہند یہی سمجھتے تھے۔ کہ غیر مذاہب کے لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہیئے۔ اور اسی خیال کی بناء پر انہوں نے یہ فعل کیا۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ دیوان سچدانند صاحب جیسا عاقل ہندو جس کی اس واقعہ کے وقت موجودگی گیان سنگھ صاحب کو مسلم ہے۔ اور جو سرکاری ملازم بھی تھا۔ کیسے بچ گیا۔ اسے کیوں اسلام قبول کرنے پر حضرت عالمگیر اورنگ زیب یا صوبیدار سرہند نے مجبور نہ کیا۔ پھر گنگو برہمن جو بقول سکھ اصحاب کے بچوں کو پکڑوانے والا تھا۔ کیونکر بچ گیا۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ کہ نابالغ بچوں کو تو مذہب اسلام جبراً منوانے کی کوشش کی گئی۔ مگر عاقل و بالغ ہندوؤں کو اور بالخصوص ان ہندوؤں کو جو اس واقعہ میں براہ راست شریک بیان کئے جاتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا گیا۔ اور نہ قتل یا دیوار میں چنائے جانے کی دھمکی دی گئی۔ بلکہ ملازمت سے بھی برطرف نہ کیا گیا۔ یہ ایسے سوالات ہیں۔ جو اس واقعہ پر غور کرنے والے ہر عقلمند کے دل میں پیدا ہوں گے۔ اور سکھ مؤرخین کے بیانات میں ان کا کوئی جواب نہیں ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ سارے کا سارا قصہ بناوٹی اور سکھوں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کے لئے گھڑا گیا ہے۔

امر سوم

سکھ مورخین صوبیدار سرہند کے فرضی ظلم کی ذمہ واری حضرت عالمگیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ پر ڈالتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ انکی پالیسی کے ماتحت یہ فعل صوبیدار سرہند نے کیا ہے۔ لیکن اگر یہ صحیح ہو۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے ظفر نامہ میں شہنشاہ اعظم اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف اور مدح سرائی کیوں کی؟ جو شخص کسی کو اپنے باپ اور بچوں کے قتل کا ذمہ وار سمجھتا ہو۔ وہ اسکی تعریف میں قصیدہ نہیں لکھا کرتا۔ بلکہ اسے بددعائیں دیتا اور اسکی مذمت کیا کرتا ہے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔ یعنی گورو صاحب نے حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ تحریر کیا۔ جس میں آپ لکھتے ہیں:۔

خوشنش شاہِ شاہاں اورنگ زیب
کہ چالاک دست است و چابک رکیب
کہ ترتیب دانش بہ تدبیر تیغ
خداوندِ دیگ و خداوندِ تیغ
چہ حسن الجمال است روشن ضمیر
خداوندِ ملک است صاحب امیر
کہ بخشش کبیر است در جنگ کوہ
ملائک صفت چوں ثریا شکوہ
شہنشاہ اورنگ زیب عالمیں
کہ دارائے دور است آرائے دیں

پھر اسی ظفر نامہ میں لکھا ہے۔

شہنشاہ را بندۂ چاکریم
اگر حکم آید بجاں حاضریم
اگرچہ بیاید بہ فرمانِ من
حضورت بیارم ہمہ جان و تن

امر چہارم

الزام قتل کو ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلی اور ضروری اہم چیز چشم دید گواہوں کی شہادت ہوتی ہے۔ اگر چشم دید گواہ نہ ملیں۔ تو دنیا کی تمام مہذب حکومتوں کے آئین کے مطابق ملزم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور الزام قتل ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ کہ جن سکھ مؤرخوں نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کو دیوار میں چنائے جانے کا واقعہ لکھا ہے۔ ان میں سے بلا استثناء کوئی بھی چشم دید گواہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ سب کے سب گورو گوبند سنگھ صاحب کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوئے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسی حالت میں ان کی گواہی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

سیناپت کی گواہی

اس معاملہ میں سب سے زیادہ مستند اور قابل قبول گواہی کوئی سیناپت کی سمجھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ وہ گورو گوبند صاحب کے باون ۵۲ شاعروں اور درباریوں میں سے تھا۔ اور اس کا درجہ اس قدر بلند ہے۔ کہ تقریباً تمام سکھ مؤرخین نے اسکی حیثیت کو مستند تسلیم کیا ہے۔ اور اس نے گورو صاحب کے چشم دید حالات قلمبند کئے ہیں۔ اتنی مستند حیثیت رکھنے والے مؤرخ کی کتاب میں صاحبزادوں کو قبول اسلام کی ترغیب و تحریص دیئے جانے یا ان کے دیوار میں زندہ چنائے جانے کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اس میں واضح ثبوت اس کے برعکس ملتے ہیں۔

اخلاقی کالم

اسلامی تمدن

السلام علیکم اور مصافحہ

مغربی تمدن کا آج اس قدر اثر ہے۔ کہ اسلامی شعار کی طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی۔ اسی طرح مسلمان نہ صرف مغربی تمدن سے ہی متاثر نظر آتے ہیں۔ بلکہ اپنی دوسری ہمسایہ قوموں کا اثر بھی دن بدن قبول کرتے جاتے ہیں۔ اسلام کی کامل تعلیم اور اعلےٰ تمدن کے پیش نظر چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ دیگر اقوام مسلمانوں کے اثر کو قبول کرتیں۔ مگر عملی اور اخلاقی کمزوری کی وجہ سے معاملہ برعکس ہے۔ اسلام نے جو السلام علیکم کہنے اور مصافحہ کرنے کا طریق رکھا ہے۔ وہ کیسا عمدہ اور دلکش ہے۔ کسی قوم کی دعا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر آج مسلمان بھی "تسلیم" اور "آداب عرض" کو ہی اختیار کر رہے ہیں۔ یا مغربی تمدن سے متاثر ہو کر ہاتھ سے اشارہ کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب امور اسلام کے بتائے ہوئے الفاظ اور طریق مصافحہ سے بہت ہی ادنےٰ مقام پر ہیں۔ اسلامی طریق یہ ہے۔ کہ جب انسان دوسرے مسلمان بھائی کو ملے۔ تو السلام علیکم کہے۔ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ آپ پر سلامتی ہو۔ اور دوسرا شخص اس کا جواب

حبّ اٹھرا رجسٹرڈ

اسقاطِ حمل کا مجرب علاج ہے

جن کے حمل گر جاتے ہیں یا مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہو کر فوت ہو جاتے ہیں۔ اکثر ان بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ سبز۔ نیلے دست۔ تپ بخشش۔ دردپسلی یا نمونیہ ام الصبیان پرچھاواں یا سوکھا بدن پر پھوڑے۔ پھنسی۔ چھالے۔ خون کے دھبے پڑنا۔ دیکھنے میں بچہ موٹا۔ تازہ خوبصورت معلوم ہونا بیماری کے معمولی صدمہ سے جان دے دینا۔ اکثر لڑکیاں پیدا ہونا۔ لڑکیوں کا زندہ رہنا۔ لڑکے فوت ہو جانا اس مرض کو طبیب اٹھرا اور اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس موذی بیماری نے کروڑوں خاندان بے چراغ کر دیئے ہیں۔ جو ہمیشہ ننھے بچوں کے مُنہ دیکھنے کو ترستے رہے۔ اور اپنی قیمتی جائیدادیں غیروں کے سپرد کر کے ہمیشہ کے لئے بے اولادی کا داغ لے گئے۔ حکیم نظام جان اینڈ سنز شاگرد حضرت قبلہ مولوی نور الدین صاحب رضؓ طبیب سرکار جموں و کشمیر نے آپ کے ارشاد سے ۱۹۱۰ء میں دواخانہ ہذا قائم کیا۔ اور اٹھرا کا مجرب علاج حب اٹھرا رجسٹرڈ کا اشتہار دیا۔ تاکہ خلق خدا فائدہ حاصل کرے۔ اس کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ تندرست اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ اٹھرا کے مریضوں کو حبّ اٹھرا رجسٹرڈ کے استعمال میں دیر کرنا گناہ ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ مکمل خوراک گیارہ تولہ یکدم منگوانے پر گیارہ روپے علاوہ محصولڈاک۔

حکیم نظام جان شاگرد حضرت خلیفہ اولؓ دواخانہ معین الصحت قادیان

ہم قادیانی ہیں یا لاہوری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(رقم زدہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب قادیان)

وعلیکم السلام کے الفاظ سے کہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے الفاظ بھی کہے جائیں۔ اس رنگ میں یہ دعا زیادہ مکمل ہوگی۔ جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اسکی رحمت اور برکات ہوں۔ اور یہی جواب سلام کہنے والے کے لئے ہوگا بمصافحہ کرتے وقت بھی زبان سے یہ الفاظ ادا کرنے چاہئیں۔ خواہ واقفیت ہو۔ یا نہ ہو۔ السلام علیکم کہنا چاہیئے۔ اس سے محبت والفت بڑھتی اور قومی اخلاق بلند ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے متعلق حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے:۔

حضرت ابو ہریرہ رضہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے۔ جنت میں داخل نہ ہوگے اور جب تک آپس میں ایک دوسرے سے دوستی نہ کرو گے۔ ایماندار نہ ہوگے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ اگر تم ایک دوسرے کو سلام کثرت سے کرو گے۔ تو باہمی محبت میں زیادتی ہوگی۔ (مسلم)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سلام کہنے میں یہ طریق مقرر فرمایا ہے۔ کہ چھوٹا بڑے کو اور راستہ چلتا ہوا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے بہتوں کو السلام علیکم کہیں۔ اگر سلام کہنے میں ابتداء کی جائے۔ تو اس سے بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ قریب اور معزز وہ شخص ہے جو سلام کہنے میں سبقت کرے۔ آج کل یہ بات بہت نظر آتی ہے۔ کہ بڑے آدمی چھوٹوں کو سلام کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ یہ خیال بالکل باطل اور لغو ہے۔ اور اسلامی روح کے خلاف ہے حضرت انس رضہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چند لڑکوں پر گذر ہوا۔ تو آنحضرت نے انہیں سلام کہا۔ پس اس اسلامی طریق کو اختیار کرو۔ اس طرح آپس میں الفت ومحبت بڑھے گی اور ایک دوسرے کے ساتھ واقفیت اور ہمدردی پیدا ہوگی۔

اعلان

مختلف محلہ جات میں قابل فروخت مکانات اور قطعات زمین موجود ہیں۔ ضرورت مند احباب ہم سے خط وکتابت کریں۔

نیز جنرل سروس کمپنی تعمیر عمارات کا کام بھی کرا رہی ہے۔ خواہشمند احباب شرائط تعمیر منگوا کر فیصلہ فرما دیں۔ (منیجر جنرل سروس کمپنی قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر جماعت احمدیہ میں تمام جماعت کے اتفاق اور اجماع سے سلسلہ خلافت قائم ہوا۔ سب نے بغیر کسی اختلاف کے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ حضرت ممدوح اپنے وعظوں اور درسوں میں قریباً چھ سال متواتر اعلان کرتے رہے۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا۔ میرے بعد بھی خدا ہی کسی کو خلیفہ بنائے گا۔ تمام جماعت کے افراد اس مسئلہ کو سنتے اور قبول کرتے رہے۔ اور کسی نے انکار نہ کیا۔ مگر جب حضرت خلیفہ اوّل کا وصال ہوا۔ تو بعض اصحاب جو پسند نہ کرتے تھے۔ کہ ابن مسیح موعود حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مسند خلافت پر متمکن ہوں انہوں نے امر خلافت کا انکار کیا۔ اور قادیان سے لاہور چلے گئے۔ اور اپنے کاروبار کا مرکز لاہور میں قائم کیا۔ اور جن اصحاب نے بدستور قادیان سے اپنا تعلق قائم رکھا۔ اور امر خلافت کو قبول کیا۔ ان کا نام انہوں نے قادیانی احمدی رکھا۔ میں اس مختصر مضمون میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ان کی اصطلاح کے مطابق میں قادیانی کیوں ہوں۔ اور لاہوری کیوں نہیں بنا۔

(۱) بانی سلسلہ حقہ احمدیہ حضرت مسیح موعود قادیانی تھے۔ چنانچہ وحی الٰہی میں بھی آپ کا نام غلام احمد قادیانی بتلایا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا۔ بحساب ابجد اس میں آپ کے ظہور کی تاریخ ۱۳۰۰ نکلتی ہے۔ اور آپ کے دل میں خدا تعالیٰ نے القاء فرمایا۔ اس وقت بجز آپ کے تمام دنیا میں کسی کا نام غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔ پس جب ہمارے مرشد وحی الٰہی کے مطابق قادیانی تھے۔ تو ہم بھی قادیانی ہیں۔ نہ کہ لاہوری۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے مسیح ومہدی کے نزول وظہور کے لئے قادیان کی بستی کو چنا۔ اور آپ کی وحی مبارک میں آپ کے نزول کے متعلق لفظ قادیان آیا ہے۔ نہ کہ لاہور۔

(۳) جب بانی سلسلہ نے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی اور پہلا جلسہ کیا تو اعلان فرمایا۔ کہ یہ جلسہ سلسلہ کے مرکز قادیان میں ہوا کرے گا۔ اس واسطے ہم قادیانی ہیں۔ نہ کہ لاہوری۔

(۴) جب حضرت مسیح موعود ؑ نے وحی الٰہی کے مطابق اپنی جماعت کے پاک نفس لوگوں کے لئے ایک مقبرہ بہشتی بنایا۔ اور تین بار دعا کی۔ کہ اس میں سوائے بہشتی کے دوسرے کو دفن ہونے کا موقعہ اور توفیق نہ ہو۔ تو یہ مقبرہ قادیان میں بنایا گیا۔ نہ کہ لاہور میں۔ اس لئے ہم بھی قادیانی ہیں نہ کہ لاہوری۔

(۵) حضرت مسیح موعود نے جماعت کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک مدرسہ قادیان میں بنایا۔ نہ کہ لاہور میں۔ اسواسطے ہم قادیانی ہیں نہ کہ لاہوری۔

(۶) حضرت مسیح موعود ؑ نے جماعت کے لوگوں کو تاکید فرمائی کہ اپنی دینی ترقی کے لئے ہجرت کرکے قادیان میں آئیں۔ اس لئے ہم قادیانی ہیں نہ کہ لاہوری۔

(۷) حضرت مسیح موعود ؑ کو بذریعہ کشف دکھایا گیا۔ کہ قادیان کی بستی بہت ترقی کرے گی۔ اور اسکی آبادی اور رونق بہت بڑھے گی۔ چنانچہ گذشتہ تیس سال میں اس کشف کو پورا ہوتے ہوئے ہم دیکھ رہے ہیں۔ بر خلاف اس کے لاہور کے متعلق آپ کو اطلاع دی گئی۔ کہ ایک وقت آئے گا۔ کہ لوگ کہیں گے۔ لاہور بھی ایک بڑا شہر تھا۔ گویا لاہور پر کوئی بھاری تباہی آنے والی ہے۔ اس لئے ہم قادیانی ہیں۔ نہ کہ لاہوری۔

(۸) بیت الفکر اور بیت الذکر جن کے متعلق وحی الٰہی نے خبر دی تھی۔ ومن دخلہٗ کان اٰمنًا اور فیہ برکات للناس۔ جو ان میں داخل ہوا وہ امن میں ہے۔ اور اس مسجد میں لوگوں کے واسطے برکتیں ہیں۔ ہر دو مقامات قادیان میں ہیں نہ کہ لاہور میں ہیں۔ اس واسطے ہم قادیانی ہیں نہ کہ لاہوری۔

(۹) سلسلہ کے کاروبار کے لئے جو صدر انجمن حضرت مسیح موعود ؑ کے زمانہ میں بنائی گئی۔ وہ اب تک قادیان میں ہے۔ اور بدستور خدمت دین کر رہی ہے۔ اس لئے ہم قادیانی ہیں نہ کہ لاہوری۔

(۱۰) مسجد اقصیٰ جس کے متعلق قرآن پاک میں بھی پیشگوئی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مفصل اپنی کتب میں اس کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ بھی قادیان میں ہے۔ اسلئے ہم قادیانی ہیں نہ کہ لاہوری۔

غلبہ اسلام بذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہاں اس زمانہ کی نسبت اور سینکڑوں پیشگوئیاں بیان فرمائی ہیں۔ وہاں ایک یہ بھی پیشگوئی بیان فرمائی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں جب مذاہب باطلہ اپنی پوری طاقت سے اسلام پر حملہ آور ہوں گے اور اسلام دشمنوں کے نرغہ میں گھر جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے مسیح موعود کو مبعوث کریگا۔ جس کے ہاتھوں پھر سے آفتاب اسلام اپنی پہلی سی شان وشوکت کے ساتھ طلوع ہوگا۔ اور تمام ظلمتیں کافور ہو جائیں گی۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور ومرسل حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیحیت کے عہدہ پر سرفراز فرما کر قادیان سے کھڑا کیا۔ آپ نے کھڑے ہوتے ہی دین حق کی حمایت اور مذاہب باطلہ کی تردید میں وہ وہ دلائل پیش کرنے شروع کر دیئے۔ کہ جن کے مقابلہ کی دشمن تاب نہ لاسکا۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اسی پر حضرت ؑ نے فرمایا ؎

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

لیکن باوجود اس کھلے نشان کے مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب

احباب کے لئے نادر علمی تحفے

(۱) براہین احمدیہ ہر چہار حصہ — حضرت اقدس ؑ کی یہ کتاب $\frac{20 \times 26}{8}$ سائز پر نہایت عمدہ کتابت اور طباعت کے ساتھ بڑے اہتمام سے شائع کی گئی ہے۔ مجلد عگ ۱۲ر بے جلد عہ ۱۲ر

(۲) ایام الصلح اردو — حضرت اقدس کی یہ کتاب مدت سے نایاب تھی۔ اب دوبارہ $\frac{20 \times 26}{8}$ سائز پر طبع کروائی گئی ہے۔ قیمت فی ۱۲ر

(۳) کلام النبی — جسے نظارت تعلیم وتربیت نے زنانہ گرلز سکول کے لئے بطور نصاب مقرر فرمایا ہے۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ قیمت ۸ر

(۴) روئیداد جلسہ خلافت جوبلی — جلسہ خلافت جوبلی کی مکمل روئیداد تیار کرکے شائع کی گئی ہے قیمت ۴ر

نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود ؑ کی ستر کتب کا سٹ جو پہلے پچاس روپیہ میں آتا تھا۔ اب صرف پچیس روپیہ میں طلب کریں۔

منیجر بکڈپو تالیف واشاعت قادیان (پنجاب)

حصہ جیسے اعتراض ہی کرتے رہے۔ کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے تمام دینوں پر اسلام کو غالب کرکے نہیں دکھایا۔ اس اعتراض کا اصولی جواب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عظیم الشان کارنامے کا عملی ثبوت آپ حضرات کتاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طبی کالم

سرمہ اکسیر نظر

چھٹانک بھر صاف روئی لے کر اسے نیم کی کونپلوں اور نیم کے پھولوں کے ساتھ کوٹ کر تبیاں سی بنالیں۔ پھر جب وہ سوکھ جائیں تو ان کو مہندی کے دو تولے پانی میں تر کرکے سکھائیں۔ پھر رسوت دو تولے کے پانی میں تر کرکے سکھائیں اسی طرح سونف دو تولے۔ چاکسو دو تولے۔ افیون ۶ ماشے۔ پھٹکڑی گلابی ایک تولہ۔ مرچ سفید ایک تولہ۔ سرس سیاہ ایک تولہ کے پانیوں میں ایک دوسرے کے بعد تر و خشک کریں۔ اس کے بعد دوا کی چار بتیاں بنالیں۔ اور ایک چراغ میں چار تولے تل کا تیل ڈال کر ایک بتی جلائیں۔ لو کے اوپر کوئی رکابی لٹکا دیں۔ تاکہ کاجل اس میں لگتا رہے۔ اسی طرح چاروں بتیاں جلا کر کاجل حاصل کریں۔ پھر اس سب کاجل میں مشک ۱ رتی اور زعفران ایک ماشہ ملا کر خوب حل کریں۔ اور ایک شیشی میں بند کرکے رکھ لیں۔

فوائد۔ اس سرمے کے بہت سے فائدے ہیں۔ تمام امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ بچوں اور بوڑھوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ عینک کی عادت چھوٹ جاتی ہے۔

دوائے چشم

زعفران ۱ ماشہ۔ افیون عمدہ ۲ ماشے۔ پھٹکڑی سفید سمندر جھاگ۔ نوشادر۔ نیلا تھوتھا۔ زنگار ہر ایک چار ماشے۔ صمغ عربی ۶ ماشے۔ سب چیزوں کو دو دن تک خوب کھرل کرکے رکھیں۔ اور ایک ایک سلائی آنکھوں میں لگائیں۔

فوائد۔ ابتدا نزول۔ شب کوری۔ سفیدی۔ ناخنہ اور پڑبال وغیرہ آنکھ کے مرضوں کے لئے یہ دوا بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔

اکسیر بدن

عناب ۱۰ تولے۔ گوند چھوارہ ۲۰ تولہ۔ پان کی جڑ ۵ تولہ۔ برادہ آہن ۳ تولے۔ چنے کا بورا ۴ تولے۔ انگور کا رس آدھ سیر۔ ارنڈ کی جڑ کا چھلکا ۵ تولے۔ پان کے پتوں کا رس ایک پاؤ۔ دانہ الائچی خورد کوفتہ ۵ تولے۔ درخت سوہانجنے کا چھلکا ۵ تولے۔ ان سب دواؤں کو بیس سیر پانی میں بھگو کر دو آتشہ عرق کشید کریں۔ اور دو سے چار تولے تک صبح نہار منہ پلائیں۔

فوائد۔ مقوی اعصاب۔ مقوی بدن۔ ممسک مبہی۔ مصفی خون اور مسمن بدن ہے۔

فحش اشتہارات اور اخبارات

اشتہار کے ذریعہ لوگوں کی توجہ کسی خاص چیز کی طرف مبذول کرانا کچھ بُرا نہیں۔ مگر اشتہاروں میں سیکس اپیل کے ذریعہ نوجوانوں اور بچوں کا اخلاق بگاڑنا ضرور قوم و تہذیب کو برباد کرنا ہے عورتوں کی طرف راغب ہونا انسانی فطرت کا ایک خاصہ ہے۔ مگر جو لوگ حصول زر کے لئے مردوں اور نوجوانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ صرف رذیل انسان ہی نہیں۔ بلکہ ملک و قوم کے غدار بھی ہیں۔

آج اخبارات میں شور بلند ہوتا ہے۔ کہ اچھے گھروں کی لڑکیوں کو سٹیج پر آنے سے روکا جائے۔ سکولوں اور کالجوں کی لڑکیاں امدادی رقصوں میں حصہ نہ لیں۔ لڑکیوں کے گانے کے کمپٹیشن بند کئے جائیں۔ مگر کوئی آدمی بھی اُن بنیادی قباحتوں کو دُور کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ جن کی بدولت یہ بدعتیں رونما ہوتی ہیں۔ میری نظر میں ان سب برائیوں کی جڑ فحش نویس جرنلسٹ اور سیکس اپیل کے ذریعہ زر کمانے والے اشتہار باز ہیں۔

اخباروں میں صفحوں کے صفحے ایسے اشتہارات سے پُر ہوتے ہیں۔ جس میں عورت کو تمام لذتوں کا بادشاہ گردانا جاتا ہے۔ ریشمی کپڑوں سے لیکر ٹاٹ کے گتھوں تک لیبلوں پر عورت کا رنگین عکس ہوتا ہے تیل کی کوئی شیشی اور صابون کی کوئی ٹکیہ ایسی نہیں جس پر ایک خوبصورت عورت کی تصویر نہ ہو۔ اشتہار بازوں نے عورتوں کے ہاتھوں میں نہ صرف سویٹر۔ بوٹ۔ بچوں کی غذائیں پیٹنٹ دوائیاں۔ انگیاں۔ رومال۔ جرابیں اور چھتریاں ہی نہیں دیں۔ بلکہ کیلنڈروں میں ان کے ہاتھوں میں سگریٹ بھی دیدیئے ہیں۔ ہر اشتہار باز ایک خوبصورت عورت کی تصویر کے سہارے اپنے گاہکوں کی نظر میں اپنا اشتہار رلانے کی کوششوں میں مصروف نظر آتا ہے۔ کسی بھی قوم و ملک کی بدنصیبی اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے۔

ہمارے دوست اخبار نویس بھی ان قوم کے دشمنوں کے زمرہ سے الگ نہیں اخبارات کے پہلے ورق پر پہلی تصویر ہمیشہ یہ ایک عورت کی چھاپتے ہیں۔ جب سے فلم دسٹری بیوٹروں سے انہیں بلاک مفت ملنے شروع ہوئے ہیں۔ تب سے ہی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان کا یہ خیال معلوم دیتا ہے۔ کہ کسی نوجوان کے نزدیک پہنچنے کے لئے بلند کیریکٹر مالک اصحاب کی نسبت محبت کا سوانگ بھرنے والی اور گرے ہوئے اخلاق کی مالک عورتیں زیادہ کشش رکھتی ہیں۔ عورت کے علاوہ مردوں کی کشش کے لئے اور دوسرے ذرائع بھی تھے۔ مگر جاہل اشتہار بازوں نے آہستہ آہستہ اور مسلسل کوششوں سے نوجوانوں کے

کیا ہندوستان ہوائی حملوں سے محفوظ ہے؟

جنگ کے پہلے سال میں ہندوستان کے بہت سے بڑے بڑے شہروں میں ہوائی حملوں کی حفاظتی تدابیر کے انتظام نے بہت کچھ ترقی کرلی ہے۔

ہوائی حملوں سے بچاؤ کی تدبیروں میں سب سے پہلے نگران دستے آگ بجھانے والے عملہ کا قیام اور اسکی تربیت۔ زائد طبی امداد کا انتظام ضروری عملہ اور سامان کے لئے پناہ گاہیں اور حفاظت گاہیں بنانا۔ نقصان کا انتظام کرنے والی ایسی امدادی جماعتیں تیار کرنا جن کے پاس تمام ضروری اشیاء موجود ہوں۔ اور وہ انتظامات کرنا جو گیس سے محفوظ رہنے کی احتیاطی تدبیروں کے سلسلہ میں ہوں۔ ضروری ہوتے ہیں۔

بعض شہروں میں زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ مثلاً بمبئی اور کراچی جو اے آر پی کنٹرول کے جدید ترین ضروریات سے مکمل مرکز ہیں۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں بھی جہاں کافی آبادی ہے۔ ایسے مرکز قائم کردیئے جائیں گے۔ ان تمام امور کا انتظام بیک وقت نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اچھے سکھانے والوں ضروری سامان اور مصارف کے لئے ایک خاصی بڑی رقم کی کمی تھی۔

تین ضروری امور

اس لئے یہ طے پایا۔ کہ شروع میں تین امور پر زیادہ زور دیا جائے۔ اور موقع بہ موقع ان میں اضافے کئے جاتے رہیں۔ یہ تین ضروری انتظامات نگران کاروں کی تربیت۔ آگ بجھانے کے انتظامات کی جدید تنظیم اور طبی امداد کے متعلق تھے۔

ہندوستان بہت وسیع ملک ہے۔ اور اس کے بہت سے حصوں کو ہوائی حملوں کا بالکل خطرہ نہیں لیکن یہاں کم از کم تین رقبے ایسے ہیں۔ جن پر ہوائی حملوں کا اندیشہ ہے۔ پہلا حصہ شمال مغربی ہندوستان ہے۔ جس میں بلوچستان اور شمال مغربی صوبہ نیز پنجاب کا بہت سا حصہ شامل ہے۔ اس رقبہ پر ہوائی حملہ کا تھوڑا بہت امکان ضرور ہے۔ دوسرا حصہ مشرقی اضلاع ہیں۔ یعنی بنگال بہار اور آسام کے خطے۔ ان مقامات پر گھنی آبادی صنعتی کارخانوں اور جوٹ ملوں کی وجہ سے حملہ کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ تیسرا رقبہ جہاں ہوائی حملہ سے بچنے کا انتظام ضروری ہے۔ ہندوستان کے مشرقی اور مغربی ساحلی مقامات ہیں۔ مثلاً کراچی بمبئی مدراس اور کلکتہ ہندوستان کی زیادہ تر تجارت بالعموم انہی راستوں سے ہوتی ہے۔

شہروں کی تقسیم: فضائی حملوں کی احتیاطی تدابیر کے سلسلہ میں ہندوستان کے تقریباً تمام اہم شہروں کو ان پر حملہ ہونے کے اندیشہ۔ ان کی فوجی اہمیت نیز صنعتی یعنی شہری اہمیت کی بنا پر تین قسموں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ ان میں ہر شہر کی ذیلی تقسیم حلقوں اور ماتحت صفوں میں کی گئی ہے۔ جن میں سے ہر ایک نگران کار اور مددگار نگران کار مقرر کئے گئے ہیں۔ اکثر صورتوں میں یہ مکمل طور سے تربیت یافتہ ہیں۔ اور جنگ کی حالت میں اپنے فرائض پوری طرح انجام دے سکتے ہیں۔ آگ بجھانیوالے امدادی افراد کو کام کی مہارت پیدا کرنے کے لئے ساٹھ گھنٹوں کی تربیت کی ضرورت ہے۔ آگ بجھانے میں جو آلہ خاص طور پر کام آتا ہے۔ وہ مشہور و معروف "ٹریلر پمپ" ہے یہ ایک چھوٹا سا انجن ہوتا ہے۔ اور فی منٹ ۱۸۰ گیلن کے حساب سے پانی پھینک سکتا ہے۔ یہ "ٹریلر پمپ" کچھ زیادہ قیمتی نہیں ہوتے۔ اور ان کا کارآمد ہونا انگلستان میں بہت اچھی طرح ثابت ہوچکا ہے۔ طبی انتظامات کے سلسلہ میں بہت سے ہندوستانی ڈاکٹروں نے اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر پیش کی ہیں سینٹ جانس ایمبولنس ریڈ کراس اور سیفٹی فرسٹ وغیرہ ان اداروں نے بہت سے لوگوں کو ابتدائی امداد کی تربیت دیدی ہے۔ اول درجہ کے تمام شہروں میں ڈاکٹروں ٹیلیفونوں ہرکاروں اور مکمل ساز و سامان سے لیس ابتدائی امداد کی چوکیاں قائم کردی گئی ہیں۔ بوائے اسکاؤٹ کا ادارہ بھی اے آر پی کے سلسلہ میں اپنا کام انجام دے رہا ہے۔ یہ لڑکے ہرکارے اور گشت کرنیوالوں کا کام کرتے ہیں۔ اور سلسلہ رسل و رسائل کی بہت اہم کڑی بن گئے ہیں۔ اول نمبر کے تمام شہروں میں امدادی جماعتوں کی تربیت اور ان کا قیام عمل میں آرہا ہے۔ ان جماعتوں کا فرض یہ ہوگا۔ کہ گری ہوئی عمارتوں سے لوگوں کو بچائیں۔ یا جو لوگ کسی گری ہوئی عمارت میں پھنس گئے ہوں۔ ان کو نکالیں نیز عمارتوں اور سامان کو نقصان پہنچنے سے ملبہ وغیرہ کا جو انبار جمع ہوجاتا ہے۔ اس کو صاف کریں۔ بہت سے لوگوں کو ہندوستان پر ہوائی حملہ کا خیال بعید از قیاس معلوم ہوتا ہوگا۔ مگر ملحوظ رہے۔ کہ اس کا واقعی خطرہ ہے۔ لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری صرف حکومت ہی پر نہیں۔ بلکہ شہریوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے مفاد اپنے خاندان اور اپنے بچوں کی حفاظت کی کوشش کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۲۵ فیصدی کمی

عظیم الشان رعایت

دوسرا نادر موقعہ

تحریک جدید کے قومی سرمایہ سے جاری شدہ

ویدک یونانی دواخانہ قادیان کی مستند اور مجرّب ادویات

میں عظیم الشان رعایت کا دوسرا نادر موقعہ

یکم اپریل ۱۹۴۱ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۳۰ شہادت ۱۳۲۰ھش تک دواخانہ ہذا کی ہر مرکّب دواء

پچّیس فی صدی رعایت پر ملیگی

مجلس مشاورت پر آنے والے دوست خصوصیت سے اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ایام مشاورت میں قادیان تشریف نہ لانے والے احباب کی سہولیت کے لئے بھی ۳۰ اپریل تک ڈاکخانہ میں پوسٹ ہونے والے آرڈروں کی تعمیل ۲۵ فی صدی رعایت کے ساتھ کر دی جائے گی۔

مجرّب اور مستند ادویات کی مختصر فہرست

لبوب کبیر یہ لبوب طب یونانی کے مایۂ ناز مرکبات میں سے ہے۔ اعلیٰ درجہ کا مقوی باہ ہے۔ اعصاب کو طاقت بخشتا گردوں کو مضبوط کرتا۔ اور بدن کو فربہ بناتا ہے۔ یہ لبوب دماغی کام کرنیوالے لوگوں کے لئے تقویت دماغ کی ایک لاثانی دوا اور ضعیف العمر حضرات کے لئے یقیناً عصائے پیری ہے۔ قابل قدر اور مشک عنبر۔ زعفران ورق طلاء وغیرہ کی قسم کے قیمتی اجزاء کا خاص اہتمام سے تیار کیا ہوا مرکب ہے۔ اصل قیمت (دس تولہ) دو روپے آٹھ آنہ رعایتی قیمت ایک روپیہ چودہ آنہ

حب جواہرات عنبری یہ گولیاں معدہ دل۔ دماغ۔ جگر۔ گردوں کی اصلاح نیز عام جسمانی کمزوری کے لئے کرشمۂ تاثیر ہیں۔ اس سے کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل ہوگی۔ اور تمام اعضائے رئیسہ میں حیرت انگیز قوت آجائے گی۔ حب جواہرات عنبری ہر ٹانک سے افضل ہے۔ کیونکہ دیرپا اور مستقل اثر رکھتی ہے۔ اصل قیمت (چالیس گولی) پانچ روپے رعایتی قیمت تین روپے بارہ آنے

مقوی کبیر معمر اور سن رسیدہ لوگوں کے لئے خوشخبری۔ یہ دوا صرف ضعیف العمر حضرات کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ سست اور بے کار اعصاب میں برقی رو کی طرح اثر کرتی ہے۔ اس کا چند روزہ استعمال انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ بلغمی مزاج والوں کے لئے خصوصیت سے مفید ہے۔ اصل قیمت (چالیس گولی) چار روپے رعایتی تین روپے۔

قرص ذکاوت یہ ٹکیاں مرض جریان اور کثرت احتلام جیسی خطرناک بیماریوں کے لئے نہایت مفید ہیں۔ ان مہلک امراض میں جوہر حیات خود بخود دفنا ہوتا رہتا ہے۔ اور بالآخر انسان زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ اگر آپ ان امراض کا شکار ہیں۔ تو جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ ہمارے قرص ذکاوت استعمال فرمائیں۔ اصل قیمت فی شیشی دو روپے۔ رعایتی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

طلاء شاہی پوشیدہ نقائص کی اصلاح کے لئے اس کے نتائج بہت ہی کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ تجربہ شرط ہے۔ اصل قیمت دو روپے آٹھ آنے رعایتی قیمت ایک روپیہ چودہ آنے۔

زود جام عشق ہمارے دواخانہ میں یہ مشہور و معروف نسخہ نہایت احتیاط سے تیار کیا جاتا ہے۔ اور تمام اجزاء نہایت عمدہ اور خالص ڈالے جاتے ہیں۔ یہ گولیاں مقوی باہ ہونے کے علاوہ قوت امساک کو بھی بڑھاتی ہیں۔ نہ صرف بڑھاپے میں بلکہ جوانی میں بھی حد درجہ مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اصل قیمت (چالیس گولی) پانچ روپے رعایتی قیمت تین روپے بارہ آنے۔

تریاق ماہواری اگر ایام ماہواری وقت پر نہیں ہوتے یا کم مقدار میں اور تکلیف سے ہوتے ہیں۔ تو اس صورت میں تریاق ماہواری اکسیری و حکمی دوا ہے۔ اس کے خواص کا مقابلہ طب جدید کی کوئی دوا نہیں کر سکتی۔ چند روزہ استعمال سے ایام ماہواری بافراغت اور وقت پر ہونے لگتے ہیں اصل قیمت (۳۲ خوراک) ایک روپیہ چار آنے رعایتی پندرہ آنے۔

اکسیر سیلان یہ دوا مستورات کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ سیلان الرحم اور ایام ماہواری کی کثرت کو دور کرنے میں نہایت ہی فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔ اور دواخانہ ہذا کی خاص مجرب دوا ہے۔ اصل قیمت (چالیس خوراک) ایک روپیہ چار آنے رعایتی قیمت پندرہ آنے۔

روغن نسوان یہ روغن رحم اور اندام نہانی کی تمام خرابیوں کی اصلاح کرتا ہے۔ سیلان الرحم۔ کمی حیض۔ حیض کا تکلیف سے آنا۔ ورم رحم۔ اختناق الرحم وغیرہ سب حالتوں میں تریاق ماہواری اور اکسیر سیلان کے ساتھ استعمال کرنے میں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ دائی کی ضرورت نہیں۔ روئی کا ٹکڑا اس میں تر کر کے خود ہی اندازے سے رکھ لیا جاتا ہے۔ اور دوا خود بخود پھیل کر اپنا کام کر لیتی ہے۔ اصل قیمت پانچ تولہ ایک روپیہ رعایتی قیمت بارہ آنے۔

می کو یہ دوا جگر اور تلی کے لئے مخصوص ہے۔ ضعف ہضم۔ دائمی قبض۔ بھوک کی کمی وغیرہ کی قسم کی تمام شکایات اس دوا کے استعمال سے رفع ہو جاتی ہیں۔ جن بچوں کا جگر اور تلی بڑھی ہوئی ہو۔ ان کے لئے یہ دوا بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے۔ اصل قیمت ایک روپیہ رعایتی قیمت بارہ آنے

شربت فولاد یہ شربت بھوک لگاتا۔ غذا کو ہضم کرتا۔ اور خون کی پیدائش کو بڑھاتا ہے۔ بخاروں اور دیگر بیماریوں کی مابعد کمزوری اور کمی خون کی حالت میں بہت ہی مفید ہے۔ غرضکہ خون کے بڑھانے کے لئے نایاب تحفہ ہے۔ اصل قیمت ایک روپیہ رعایتی قیمت بارہ آنے۔

گرائپ جوس بچوں کی مختلف شکایات مثلاً بدہضمی۔ قبض یا دست وغیرہ میں نیز اگر جگر معدہ اور تلی ٹھیک طور پر کام نہیں کرتے۔ تو ان حالات میں گرائپ جوس کا استعمال بہت ہی مفید ہے۔ بچوں کے دانت نکلنے کے زمانہ میں غیر معمولی طور پر مفید ثابت ہوا ہے۔ اصل قیمت دس آنے رعایتی قیمت سات آنے۔

سرمہ بینظیر یہ سرمہ تمام امراض چشم کے لئے مفید ہے۔ خصوصاً ککروں کے لئے نایاب تحفہ ہے۔ اصل قیمت دو روپیہ تولہ رعایتی قیمت ڈیڑھ روپیہ تولہ۔

خط و کتابت کے لئے صرف "ویدک یونانی دواخانہ قادیان" یاد رکھیں

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خان مولوی فاضل پرنٹر چھپوا کر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے دفتر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)